وَلَقَدۡ يَسَّرۡنَا ٱلۡقُرۡءَانَ لِلذِّكۡرِ فَهَلۡ مِن مُّدَّكِرٖ

اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے!


| | | | |
|---|---|---|---|
| جلد 9 | شمارہ 10 | ذی الحجہ 1436ھ | اکتوبر 2015ء |

ISSN 2305-6231


ماھنامہ

# حکمتِ بالغہ

جھنگ


مدیر مسئول : انجینئر مختار فاروقی

مشاورت

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی

حافظ مختار احمد گوندل

پروفیسر خلیل الرحمٰن

محمد فیاض عادل فاروقی

مدیر معاون و نگران طباعت: مفتی عطاء الرحمٰن

تزئین و گرافکس: جواد عمر

قانونی مشاورت:

محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ، چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ



ترسیل زر بنام: انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ



اہلِ ثروت حضرات کے لیے تاحیات زرِ تعاون سترہ ہزار روپے یکمشت

سالانہ زرِتعاون: اندرونِ ملک 400 روپے، قیمت فی شمارہ 40 روپے



قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر پاکستان پوسٹ کوڈ 35200

047-7630861-7630863

ای میل: hikmatbaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ: www.hikmatbaalgha.com

www.hamditabligh.net



پبلشر: انجینئر مختار فاروقی طابع: محمد فیاض مطبع: سلطان باہو پریس، فوارہ چوک، جھنگ صدر

اَلْکَلِمَةُ الْحِکْمَةُ ضَآلَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا (ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ متاع ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا زیادہ حق دار ہے

# مشمولات


| | | | |
|---|---|---|---|
| 1 | قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات | سورۃ الغاشیہ | 3 |
| 2 | بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات | | 5 |
| 3 | حرفِ آرزو | انجینئر مختار فاروقی | 6 |
| 4 | حقیقت ایمان (2) | انجینئر مختار فاروقی | 12 |
| 5 | حقائق نامہ تعلیم | تنظیم اساتذہ کے پی کے | 20 |
| 6 | نظریۂ پاکستان کی تشریح؟ | محمد فہیم | 30 |
| 7 | پاکستانی معیشت دشمنوں کے نرغے میں | رضی الدین سیّد | 41 |
| 8 | فحاشی و بے حیائی کے نوجوان نسل پر اثرات | محمد منظور انور | 49 |
| 9 | اہل علم کے تاثرات | | 54 |
| | دیوانِ عادل 'اَشکِ گل' | | 58 |


ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 6 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں (ادارہ)

# قرآن مجید

کے ساتھ

# چند لمحات

سورة الغاشية (88) ، آیات 26، رکوع 1

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ O

یہ لوگ اونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے (عجیب) پیدا کیے گئے ہیں

وَاِلَی السَّمَآءِ کَیْفَ رُفِعَتْ O

اور آسمان کی طرف (بھی) کہ کیسا بلند کیا گیا ہے

وَاِلَی الْجِبَالِ کَیْفَ نُصِبَتْ O

اور پہاڑوں کی طرف (بھی) کہ کس طرح کھڑے کیے گئے ہیں

وَاِلَی الْاَرْضِ کَیْفَ سُطِحَتْ O

اور زمین کی طرف (بھی) کہ کس طرح بچھائی گئی ہے

فَذَکِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَکِّرٌ O

تو آپ نصیحت کرتے رہیں کہ آپ ﷺ نصیحت ہی کرنے والے ہیں

لَسْتَ عَلَیْھِمْ بِمُصَیْطِرٍ Oس

آپ ﷺ ان پر داروغہ نہیں ہو

(کہ ان کے نہ ماننے سے آپ کا کوئی نقصان ہو)

اِلَّا مَنۡ تَوَلّٰی وَ کَفَرَ O

ہاں جس نے منہ پھیرا اور نہ مانا (وہ اِتمامِ حجت کی وجہ سے ضرور نقصان اُٹھائے گا)

فَیُعَذِّبُہُ اللّٰہُ الۡعَذَابَ الۡاَکۡبَرَ O

تو اللہ اس کو بڑا عذاب دے گا

اِنَّ اِلَیۡنَاۤ اِیَابَہُمۡ O

بے شک ان کو ہمارے پاس لوٹ کر آنا ہے

ثُمَّ اِنَّ عَلَیۡنَا حِسَابَہُمۡ O

پھر ہم ہی کو ان سے حساب لینا ہے

صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡم

---

# بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات

**1**

**أَفْشِ السَّلَامَ وَأَطْعِمِ الطَّعَامَ وَ صِلِ الْأَرْحَامَ وَقُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيامٌ وَادْخُلِ الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ** (مسند احمد عن أبي هريرة)

سلام کو عام کرو، (محتاجوں کو) کھانا دو، صلہ رحمی کرو، رات کو جبکہ لوگ سو رہے ہوں (اللہ کے سامنے نماز میں) کھڑے ہوا کرو اور پھر جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔

**2**

**أَعْجَزُ النَّاسِ مَنْ عَجَزَ عَنِ الدُّعاءِ وَأَبْخَلُ النَّاسِ مَنْ بَخِلَ بِالسَّلَامِ**

لوگوں میں سب سے بڑا نادان شخص وہ ہے جو اللہ سے دُعا مانگنے سے عاجز ہو۔ اور لوگوں میں سب سے بڑا بخیل شخص وہ ہے جو سلام کرنے میں بخل کرے۔ (بیہقی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)

الجَامعُ الصَّغِيْر فی احادیث البشیروالنذیر، للامام جلال الدین السیوطی رحمہ اللّٰہ

# موم بتیاں، خاموشی اور سول سوسائٹی
# ــــ آئین پاکستان کی خلاف ورزی

انجینئر مختار فاروقی

جنوبی ایشیا میں مغربی استعماری قوت برطانیہ کی حکومت کا قیام واستحکام کوئی واقعہ نہیں بلکہ ایک سوچا سمجھا منصوبہ تھا جسے بروئے کار لانے والے نادیدہ ہاتھ آج تک 'نادیدہ' ہی ہیں۔ قیامِ پاکستان کے بعد 1965ء میں بھارت کی پاکستان کے خلاف جارحیت ہو، 1971ء میں پاکستان کے مشرقی بازو میں بغاوت اور علیحدگی ہو، وزیراعظم پاکستان لیاقت علی خان کی شہادت، ذوالفقار علی بھٹو کی پھانسی اور جنرل ضیاء الحق کی المناک شہادت کے پس پردہ عوامل کا آج تک صیغۂ راز میں رہنا اُسی عالمی استعماری وقت کی ظالمانہ اور بے رحم پالیسی کا تسلسل ہے۔

پاکستان کے خلاف بالخصوص اور عالم اسلام کے خلاف بالعموم مغرب کی یہ 'مہربانیاں' اور 'فیضان' کیوں ہے؟ یہ لاینحل مسئلہ نہیں ہے مگر واقفانِ رازہائے دوروں کی مصلحت اسی خاموشی میں ہے کہ بیرونی امداد کی بارش جاری رہے اور لوٹ کھسوٹ بھی۔ تاکہ یہ ملک پاکستان اپنے نظریہ اور FUNDAMENTALS کی طرف نہ لوٹ سکے۔

پاکستان کے قیام سے پہلے بانیانِ پاکستان کے نظریات واضح تھے اور قیامِ پاکستان کے فوراً بعد مہاجرین کی آبادکاری، جنگِ کشمیر، سقوطِ حیدرآباد اور دیگر ہمالیہ جیسے مہیب مسائل کے باوجود مارچ 1949ء میں قراردادِ مقاصد کی منظوری پاکستان کی بنیاد اور ریاستی قبلہ اسلام کے تعیّن کے لیے ٹھوس قدم تھا۔

آئین پاکستان کی دفعہ 2 میں ریاست کا مذہب 'اسلام' بیان کیا گیا ہے۔اسی طرح ملک کے نظامِ تعلیم کو اچھے مسلمان تیار کرنے کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔اللہ کی حاکمیّت،قرآن و سنت کی بنیادی قانونی حیثیت کا عہد بھی اسی آئین کا حصہ ہے۔

ہمارے ملک میں آئین کا بار بار توڑا جانا اور مغربی مقتدر قوتوں کی دراندازی اور پاکستانی معیشت کو قرضوں کی معیشت بنا کر ترقی سے روک دینا۔۔۔۔یہ فیصلے پاکستان کے اندر کم اور بیرونِ پاکستان کے عالمی مراکزِ قوت میں زیادہ کیے جاتے ہیں۔

کوئی مانے یا نہ مانے یہ ایک حقیقت ہے کہ اس وقت میں اس نادیدہ عالمی استبدادی طاقت کی حکومت اقوامِ متحدہ (U.N.O.) کے نام سے قائم ہے اور اس UNO کے معاملات کا اختیار رکھنے والے پانچ ممالک کسی بھی ناپسندیدہ فیصلے یا قرارداد کو متفقہ طور پر نہیں کسی ایک ملک کے ویٹو یعنی ناپسندیدگی کے اظہار پر ختم ہو جائے گی اور باقی اَقوامِ عالم جمہوریت، انسانی اقدار، اِظہارِ رائے، آزادئ رائے اور آزادئ مذہب کا خون ہوتے دیکھ کر بھی خاموشی سے UNO کا ساتھ دینے پر مجبور ہیں۔

UNO کے نام سے اس حکومت کے ویٹو زدہ فیصلوں کے سارے ممبر ممالک (بشمول پاکستان) پابند ہیں اور اس عالمی حکومت کی ایک کرنسی ڈالر کے نام سے موجود ہے اور دنیا کی معیشت ڈالر کے ساتھ منسلک ہے (کہا جاتا ہے کہ لیبیا کے کرنل قذافی نے ڈالر سے علیحدگی کی کوشش کی تو لیبیا کی اینٹ بجادی گئی) کشمیر کا مسئلہ حل ہو یا نہ ہو پاکستان UNO کے ہر فیصلے کو ماننے پر مجبور ہے چاہے وہ قرآن وسنت کے خلاف ہو، دین کے خلاف ہو، آئین کے خلاف ہو اور چاہے انسانیت اور اخلاق کے خلاف ہو۔ جیسے LGBT،GAY MARRIAGE،IMF اور WB کے قرضوں کی سودی معیشت ABORTION کا حق، سزائے موت کی معطّلی وغیرہ وغیرہ۔

اہل پاکستان تو امریکہ کے دست نگر ہیں، IMF کے مقروض ہیں لہٰذا بادل نخواستہ بھی یہ فیصلے قبول کرتے ہیں اور عالمی طاقتوں کے آگے سجدہ کر کے اقتصادی شرک کرتے ہیں۔سعودی عرب، جس کے ہزاروں ارب ڈالر امریکی بنکوں میں جمع ہیں اور امریکی حکومت 30000 ارب ڈالر کی مقروض ہے جو بظاہر عربوں ہی کا پیسہ ہے سعودی عرب جیسے ممالک بھی اس عالمی دباؤ کو

برداشت کر کے ہر اچھا بُرا فیصلہ ماننے پر مجبور ہیں اور امریکہ اور امریکی خوشنودی پر اتنا بھروسہ کرتے ہیں جس سے سیاسی 'شرک' کی بُو آتی ہے۔

یہی عالمی استبدادی طاقتیں اپنے استحکام اور عالمی غلبے کے دوام کے لیے درجنوں ممالک میں مداخلت کرتی ہیں اور پاکستان اِن ممالک میں سرفہرست ہے اور اس ایجنڈے میں پاکستان کا نظامِ تعلیم، اسلامی روایات، مذہبی وابستگی، روحِ محمد ﷺ سے عشق اور مدارس کے عنوان سے قرآن وحدیث پڑھنے کا نظام سرفہرست ہیں۔ اسی مداخلت کا اثر ہے کہ سرکاری سطح پر ہر موقع پر اسلام کے خلاف باتیں ہی وقوع پذیر ہوتی ہیں اور بڑے اہتمام سے ہوتی ہیں۔

---

☆ پشاور کے آرمی پبلک سکول میں دہشت گردی کا واقعہ ایک عظیم سانحہ تھا۔ پاکستان کا ہر مسلمان اور غیر مسلم اس واقعہ کی مذمّت کرتا ہے اور کرے گا۔ مگر ــــــ یہ آئین کی خلاف ورزی کہاں سے آ گئی کہ اس سانحے کی مذمّت کے لیے موم بتیاں جلائی جا رہی ہیں اور مسلمان بچوں کی روحوں کو اس رسم کے ذریعے سکون پہنچایا جا رہا ہے۔ ہم تو مسلمان ہیں اسلام ہمارا مذہب ہے ہمارے ہاں فوت شدگان اور شہداء کے ایصال ثواب کے لیے طریقے طے شدہ ہیں وہ دعائے مغفرت ہے، قرآن خوانی ہے، اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری ہے، وعظ ونصیحت کا اہتمام اور توبہ کی تلقین ہے۔ یہ موم بتی کی روایت کس کے کہنے پر شروع کی گئی اور کس ذہن کی پیداوار ہے؟۔

☆ 2015ء کا ابھی ستمبر کا مہینہ جاری ہے (تادمِ تحریر) اور قابل مبارک باد ہے کہ سرکاری سطح پر بڑے اہتمام سے جنگ ستمبر 1965ء کی کامیابی کو یاد گیا گیا ہے اور نئی نسل کو ماضی سے روشناس کرنے کی ذمہ داری پوری کی گئی ہے۔

مگر ــــــ اس سارے پاکستانی روایتی منظرنامے میں 6 ستمبر کی صبح پوری قوم کو ایک منٹ کی خاموشی کی 'رسمِ بد' کہاں سے آ گھُسی۔ یہ رسم تو عالمی استعماری قوتوں کے 'وحدتِ ادیان' کے فلسفہ کا حصّہ ہے کہ تمام مذاہب لوگوں کو اپنے گھروں تک محدود رکھنے چاہئیں اجتماعی معاملات میں کسی ایک مذہب کا اظہار یا نمائندگی نہیں ہونی چاہیے۔ لہٰذا UNO کے اجلاسوں میں ایسے واقعات پر خاموشی اختیار کی جاتی ہے جبکہ پاکستان میں تو آئینی حکومت ہے اسلام ہمارا مذہب ہے

اور حکومت کی ذمہ داری ہے کہ لوگوں کو سچا مسلمان بننے کے لیے مواقع فراہم کرے اور نظریاتی نظامِ تعلیم کے ذریعے ہر مسلمان بچہ سچا مسلمان بن کر میدانِ عمل میں آئے۔ 6 ستمبر کی صبح ایک منٹ کی خاموشی آئین پاکستان کی صریحاً خلاف ورزی تھی جیسے شہداء پشاور سے اظہارِ یکجہتی کے لیے موم بتیاں جلا کر ہمدردی کا اظہار آئین کی خلاف ورزی تھی۔

☆ ہمارے ملک خداداد پاکستان میں کچھ عرصے سے نہ معلوم کیوں مغرب کا لگایا ہوا پودا 'سول سوسائٹی' بھی پھل پھول رہا ہے اور اس نام سے لوگ جمع ہوتے ہیں اور مختلف مواقع پر اظہارِ رائے کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک ملک میں مسلمانوں کو تو منہ چھپانے یا کسی نئے نام کا ماسک پہننے کی ضرورت نہیں وہ یہاں اکثریت میں ہے غیر مسلم اقلیتوں کو بھی یہاں مسلمانوں سے زیادہ حقوق حاصل ہیں لہٰذا وہ اپنے نام اور پہچان کے ساتھ اپنے مطالبات رکھیں اور کام کریں ان کے لیے کوئی روک ٹوک نہیں۔ یہ سول سوسائٹی کیا ہے؟

'سول سوسائٹی' کی اصطلاح بھی 'وحدتِ ادیان' کے فلسفہ کا حصہ اور اجتماعی کاموں میں کسی مذہبی شناخت کو سامنے نہ لانے کا اظہار ہے۔ یہ سول سوسائٹی کی اصطلاح وحدتِ ادیان یا تمام مذاہب کی برابری اور مل جل کر رہنے کے نام پر دھوکہ کے سوا کچھ نہیں۔ یہ تحریر اس فلسفہ کی تفصیلات کا موقع نہیں ہے مکالمہ بین المذاہب ہو یا وحدت ادیان کا فلسفہ، یہ سب کچھ غیر مسلم سازشی ذہن کی پیدوار ہیں جو اسلام کی آفاقیّت، حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت، سابقہ ادیان اور شرائع کی منسوخی اور حضرت محمد ﷺ کے دین کی کاملیّت واکملیّت کے خلاف دبے لفظوں میں اعلان بغاوت ہے اور یوں سول سوسائٹی کی اصطلاح کا استعمال اور فروغ بھی عالمی استعماری حکومت کا ایجنڈا اور توسیع پسندی کی علامت ہے جو وہ ہمارے نظامِ عبادت، نظامِ تعلیم، نظامِ انصاف وغیرہ میں مداخلت کے ذریعے تبدیلیوں اور ہمارے دینی تصورات کو مسخ کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔

ہمارے نزدیک مسلمان شہداء کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے سرکاری سطح پر مسلمانوں کا موم بتیاں جلانا، شہدائے ستمبر 65ء کے لیے اِستغفار و دُعا کی بجائے ایک منٹ کی خاموشی اور سول سوسائٹی کے تصوّر کا فروغ آئین کے آرٹیکل (2) کی خلاف ورزی ہے۔

محسوس ایسے ہوتا ہے کہ ہماری حکومت کے گرد ایسے عالمی استعماری حلقے کا گھیرا ہے کہ

وہ ہر چیز DICTATE کرانے کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں اور شاید ہمارے حکمرانوں کو غور کرنے، مشورہ کرنے یا اپنی مذہبی روایات پر نظر ڈالنے کی بھی مہلت یا موقع فراہم نہیں کرتے۔ ذرا سی غفلت یا انکار پر حکومت سے ہٹانے کے حالات پیدا کر دیتے ہیں۔ جناب شہباز شریف صاحب نے 13ء میں عبوری حکومت کے قیام کے بعد نظامِ تعلیم کی بعض خرابیوں پر فرمایا کہ ’’مجھے تو معلوم نہیں تھا اب میں دوبارہ حکمران بنا تو سب سے پہلا کام اس غلطی کی تلافی کروں گا‘‘۔ مگر دوبارہ وزیر اعلیٰ بننے کے بعد وہی پالیسی چل رہی ہے کوئی تبدیلی دیکھنے سننے میں نہیں آئی۔ نہ علامہ اقبال پر مضامین نصاب میں ہیں نہ علامہ اقبال کی نظمیں اب سکولوں کی اسمبلی میں پڑھی جاتی ہیں وغیرہ حالانکہ مسلم لیگ کی حکومت ہو اور نصاب تعلیم کا یہ حال ہو، سمجھ میں آنے والی بات نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمارے حکمرانوں اور مؤثر قوتوں کو نظریۂ پاکستان یعنی اسلام اور آئین پاکستان کے حقیقی اسلامی تقاضوں کے مطابق ملک چلانے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ یہی نظریاتی دفاع ہی اس ملک کا حقیقی دفاع اور استحکام کا ضامن ہے۔

مصوّرِ پاکستان علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے ایک صدی قبل ’جوابِ شکوہ‘ ستمبر 1913ء میں فرمایا تھا کہ

عہدِ نو برق ہے، آتش زنِ ہر خرمن ہے　　ایمن اس سے کوئی صحرا نہ کوئی گلشن ہے
اس نئی آگ کا اقوامِ کہن ایندھن ہے　　ملت ختم رسلؐ شعلہ بہ پیراہن ہے

آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

عالمی استبدادی و استعماری قوتوں کے نزدیک مسلمانوں بالخصوص نوجوان نسل کو دینی تصورات اور دینی اصطلاحات سے نابلد رکھ کر سیکولر مزاج، آوارہ، آزاد منش (جو چاہو کھاؤ جو چاہو پیو جو چاہو کرو جو چاہو دیکھو جو چاہو سنو ___ تم آزاد ہو)، اور شرم وحیا، رشتوں کی تمیز اور لباس سے بے نیاز کر دینا ہی اُن کا حقیقی ایجنڈا ہے اس ایجنڈا کو اسی نام سے پورا کرنے سے گریزاں ہیں اور اس ایجنڈے کو کیموفلاج (CAMOUFLAGE) کر کے اور شوگر کوٹڈ بنا کر یہ زہریلے نظریات ہمارے معاشرے میں رواج دینا چاہتے ہیں۔ حقیقت سے گریز کا فائدہ نہیں ہم درجہ بدرجہ ہر آنے والے سال میں بے لگام الیکٹرانک میڈیا کے خطرناک حد تک پراپیگنڈا

کے ذریعے مغربی ایجنڈے کا شکار ہوتے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کے بہی خواہوں، کار پردازوں، حکمرانوں اور تمام WELLWISHERS کو آگے بڑھ کر اسلام سے وابستگی، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبّت و عشق اور ملک و ملت سے وفاداری کا عزم کرنے اور اس کا برملا اظہار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ نظریۂ پاکستان اور آئین پاکستان میں درج نظریاتی حدود کی حفاظت کی توفیق بخشے، آمین۔ پاکستان میں بسنے والے ہر مسلمان کی یہی ذِمہ داری ہے۔

ع وَمَا عِنْدِیْ سِوَا ذَاكَ الْمَقَال

# حقیقتِ ایمان

(دوسری اور آخری قسط)

مقرر: انجینئر مختار فاروقی

اب اس کی کچھ ذمہ داریاں ہیں جو ہمیں ادا کرنی ہیں جو کرے گا وہ آخرت میں اچھا بدلہ پا جائے گا اور جو آدمی سمجھتا ہے کہ میں تو انسان نہیں ہوں میں گدھا ہوں تو ٹھیک ہے وہ اپنے آپ کو گدھا سمجھتا رہے وہ گدھوں جیسے کام ہی کرتا رہے، لیکن جو سمجھتا ہے کہ میں انسان ہوں اور اشرف المخلوقات ہوں اور میں مرنے کے بعد اچھی زندگی چاہتا ہوں تو پھر اسے انسانیت والے کام کرنے چاہئیں۔ زبانوں میں عام محاورے بلاوجہ نہیں بنتے ہیں، کوئی بچہ بدتمیزی سے بات کر رہا ہوتو آدمی کہتا ہے کہ 'انسان بنو'، انسان بننے کا ایک معیار ہے، بدتمیز ہونا اور گالی گلوچ سے کام لینا یہ انسانیت سے گری ہوئی بات ہے۔ تو الحمد للہ کہ ہم انسان ہیں ہمیں اس انسانیت کی حفاظت کرنی ہے اور اس کا قیامت کے دن حساب کتاب ہونا ہے۔

ہمارے ایمان کا یہ حصہ ہے کہ ایک وقت میں تمام انسان ختم کر دیے جائیں گے، پھر تمام انسانوں کو دوبارہ زندہ کر دیا جائے گا، اللہ کے سامنے پیشی ہو جائے گی، سارا ریکارڈ پیش کر دیا جائے گا، حساب کتاب ہو جائے گا اور جنّت اور دوزخ کا فیصلہ ہو جائے گا۔ جنت کی زندگی بھی ہمیشہ ہمیش کی ہے اور جو سزا پائیں گے وہ بھی ہمیشہ ہمیش کی زندگی ہے۔ یہ بات بھی غور طلب ہے کہ یہ ریکارڈ کہاں سے آئے گا، جو کام آپ روز صبح سے شام تک کر رہے ہیں کبھی ایک ڈائری بناؤ تو ایک دن کے کام آدمی نہیں لکھ سکتا، کیا کیا خیالات آئے کیا کیا کام کیے تو کئی صفحے بھر جائیں گے

اوردس، بیس، پچاس، ساٹھ، ستّر سال کی زندگی میں کیا کچھ کیا ہے انسان کو خود یاد نہیں رہتا لیکن وہ ریکارڈ اللہ تعالیٰ محفوظ کررہا ہے جس نے حساب لینا ہے وہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ اور یہ بات آپ اگر غور کریں گے تو آپ کے بھی سمجھ میں آجائے گی کہ پانچ سال پہلے کا کوئی دوست مل جائے پانچویں، چوتھی یا دوسری جماعت کا تو آدمی اس کو پہچان لیتا ہے کہ نہیں پہچانتا؟ آدمی کو یاد آجاتا ہے یہ دوست جواب تو بڑا ہوگیا ہے جوان ہوگیا ہے ڈارھی مونچھیں آگئی ہیں پہلے تو ایسے ہوتا تھا اور اس رنگ کے کپڑے پہنتا تھا اور ادھر اس کا گھر ہوتا تھا، یہ یوں تھا، ایسے تھا، ایسے تھا حتیٰ کہ کوئی پرانا دوست مل جائے تو آدمی اس کو بھی پہچان لیتا ہے۔ بڑی عمر کے لوگ بیٹھے ہیں ان بزرگوں سے پوچھ لیں کہ کبھی کبھی کسی دوست سے پچاس سال بعد ملاقات ہوتی ہے میٹرک کے بعد بچھڑے اور پھر کہیں بڑھاپے میں جا کر ملاقات ہوتی ہے اور آدمی پیچھے سے پکارتا ہے کہ صاحب بات سننا، آدمی پہچان لیتا ہے کہ یہ میرا دوست لگ رہا ہے جو آواز آرہی ہے، پیچھے مڑ کر دیکھتا ہے تو کوئی پرانا دوست کھڑا ہوتا ہے، کسی اسٹیشن پر، یا کسی ایئرپورٹ پر، یا کہیں اور آپ کی اس سے ملاقات ہوجاتی ہے، پچاس سال پہلے کی آواز آپ نے کہیں سنی وہ آپ کے دماغ میں گھومی اور جیسے کمپیوٹر میں سرچ کرتے ہیں وہ آواز TALLY ہوتے وہ پچاس سال پرانی کوئی آواز آپ کے دماغ میں SAVE ہے اس سے یہ مل گئی کہ یہ تو فلاں دوست کی آواز ہے اس کا یہ نام ہے یہ پہلے اس کی شکل وصورت تھی یہ محلّہ تھا یہ اس کی ذات ہے یہ برادری ہے یہ کہاں رہتا ہے، یہ رول نمبر تھا، یہاں کلاس میں میرے ساتھ بیٹھتا تھا، ہر چیز محفوظ ہے ہر انسان کے اندر پچاس سال پرانی باتوں کی ویڈیو محفوظ ہے، اپنے گھر میں بڑوں سے پوچھ لیں دادا جان، نانا جان ہوں گے، دادی رنانی سے جا کر پوچھ لیں۔ آدمی کے ذہن میں پچاس، ساٹھ سال پرانی باتوں کا نقشہ ہو بہو تازہ ہوتا ہے۔ یہی شہر جس میں ہم رہتے ہیں، پچاس سال پہلے شہید روڈ کیا تھا ان بزرگوں کو پتہ ہے اب بلڈنگیں گر گئیں نئی بن گئیں بہت کچھ بدل گیا ہے، وہ بتا سکتے ہیں کہ پہلے یہ بلڈنگ تھی، یہ ایسے نہیں تھی، یہ ایسے تھا، ایسے تھا سارا نقشہ ذہن میں محفوظ ہے۔ تو ہماری پوری زندگی کی ویڈیو بھی اور آڈیو بھی ہمارے اندر کہیں دماغ میں محفوظ ہے، وہ جو کراماً کاتبین لکھ رہے ہیں وہ تو الگ لکھ رہے ہیں۔

قرآن مجید سورۃ بنی اسرائیل میں یہی بات کہتا ہے۔ جیسے موبائل کے اندر چِپ لگی

ہوتی ہے یا کمپیوٹر میں جو ہارڈ ڈسک ہوتی ہے وہ کتنی سی ہوتی ہے؟ اس کو کبھی کھول کر دیکھو تو چھوٹی سی کوئی چیز ہے اس میں کتنے GB ڈیٹا آ جاتا ہے یہ کیا ہے؟۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر بھی کوئی ایسی چیز ڈال دی ہے۔ اللہ فرماتا ہے: وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا O (13:17) ہم قیامت کے دن انسان کے اندر جو چیز ہے وہ اس کے اندر سے نکال دیں گے۔ اور پھر کہیں گے اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا O (14:17) یہ اپنا نامہ اعمال خود پڑھ لو تم خود کافی ہو اس پر گواہ۔ کہیں سے گواہ لانے کی ضرورت نہیں تمہاری ویڈیو نظر آ رہی ہے تمہاری شکل نظر آ رہی ہے، آدمی اپنی ویڈیو کا تو انکار نہیں کر سکتا اور پھر حساب کتاب ہو گا یہ ایمان بالآخرت ہے۔ جتنا اس پر یقین ہو گا کہ دوبارہ زندگی ہونی ہے اور حساب کتاب ہونا ہے اور ہر چیز کا ریکارڈ رکھا جا رہا ہے اور میری سابقہ زندگی کا اور آج کا اور آگے ساری زندگی کا آڈیو ویڈیو سب میرے اندر بھی محفوظ ہے کراماً کاتبین بھی لکھ رہے ہیں اور اللہ بھی جانتا ہے اور قیامت کے دن کوئی چیز چھپ نہیں سکے گی۔ جتنا اس حقیقت پر یقین ہو گا اتنا ہی ایمان بالآخرت مضبوط ہو گا۔ پہلی بات ہم نے پڑھی تھی ایمان باللہ، اور دوسری بات ہے ایمان بالآخرت اور تیسری بات ہے ایمان بالرسالت۔

ایمان بالرسالت کیا ہے؟

نبیوں اور رسولوں علیہم السلام کا دنیا میں تشریف لانا ـــــ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو بھیجا جانا یہ اللہ نے ہم پر بڑا کرم کیا ہے یہ اللہ کی سراسر رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سے یوں ہی حساب کتاب لے سکتا تھا کہ کوئی پیغمبر دنیا میں نہ آتا؛ کیونکہ فطرتِ انسانی ہے آدمی کا ضمیر ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے اس میں بہت ساری خوبیاں ہیں تو اس کے ساتھ کچھ کمزوریاں بھی ہیں۔ ایک بہت بڑی کمزوری ہر انسان میں یہ ہے کہ آدمی بھول جاتا ہے کوئی کم بھولتا ہے کوئی زیادہ، لیکن بھولتا ہر آدمی ہے۔ کئی دفعہ گھر سے کام لے کر نکلتے ہیں کہ آج یہ یہ کام کرنے ہیں شام کو آدھے ہوتے ہیں اور آدھے کام نہیں ہوتے۔ بھول گئے کیا کریں، ہر انسان کا معاملہ یہی ہے کہ آدمی بھول جاتا ہے۔ اب اس کا حل کیا ہے؟ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہم انسانوں سے پوچھتا کہ کیا کیا؟ تو آدمی جواب دیتا کہ اوہ ہو، میں تو بھول ہی گیا تھا کہ میں انسان ہوں اور یہ جواب بھی

دینا ہے یہ کام بھی کرنا ہے یہ تو بڑا مسئلہ ہوگیا۔ اگر آدمی واقعی بھول جائے بدنیتی اس میں نظر نہ آرہی ہو تو عام طور پر اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آدمی اس سے درگزر کر جاتا ہے جاؤ کوئی بات نہیں۔ گھر سے آپ کو کوئی کام کہا جائے اور شام کو آپ لوٹیں اور وہ کام نہیں ہوا دوائی لینی تھی نہیں لی، پیغام دینا تھا نہیں دیا اگر آپ یہ کہیں کہ اوہ ہو میں تو بھول ہی گیا تھا تو گھر والے بھی ناراض نہیں ہوتے، انسان ہے کوئی بات نہیں۔ لیکن اگر یہ احساس ہو کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے تو لڑائی ہوگی اور اگر آپ خود کہہ دیں کہ میں جان بوجھ کر یہ دوائی نہیں لایا تو مزید جھگڑا ہوگا پٹائی بھی ہوگی۔ اسی طرح قیامت کے دن اگر کوئی آدمی اللہ کے سامنے یہ کہہ سکتا ہے کہ اے اللہ میں تو بھول ہی گیا تھا دنیا میں جھمیلے ہی اتنے تھے جھگڑے اتنے تھے، دنیا کی رنگینیاں اتنی تھیں کہ میں بھول ہی گیا تھا کہ میرا حساب کتاب بھی ہونا ہے تو بڑا مسئلہ ہو جاتا۔ لہٰذا اللہ نے دنیا میں پیغمبر بھیج کر یہ عُذر ہی ختم کر دیا اور ایک دو نہیں ایک لاکھ سے زائد پیغمبر علیہم السلام بھیجے۔ ہمارے ہاں علماء آ کر تقریریں کرتے ہیں ہر شہر میں، ہر گاؤں میں، ہر مسجد میں ایسا ہوتا ہے کہ علماء باہر سے آتے ہیں تقریریں کرتے ہیں ان کو بلایا جاتا ہے ان کی فیس دی جاتی ہے ایک جلسے کا انتظام کیا جاتا ہے وہ تقریر کرتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ کوئی سمجھے نہ سمجھے عمل کرے نہ کرے وہ تقریر کر کے اچھا سا کھانا کھاتے ہیں اپنی فیس لیتے ہیں اور روانہ ہو جاتے ہیں۔ پیغمبر دُنیا میں اس طرح نہیں آئے۔ پیغمبر اس طرح آئے کہ اللہ نے جس علاقہ میں سمجھانے کے لیے ان کو بھیجنا تھا وہیں پیدا فرمایا وہیں انہوں نے بچپن گزارا لڑکپن گزارا جوانی گزاری۔ بچپن لڑکپن میں تو غلطیاں ہوتی ہیں آدمی ٹھوکریں کھا کر سیکھ رہا ہوتا ہے...... لیکن پیغمبروں کی جوانی کا دور بھی بے عیب اور بے داغ ہے اس پر کوئی انگلی نہیں رکھی جا سکتی پھر انہوں نے جوانی کے بعد کاروبار کیے معاملات کیے BUSINESS کیے اس میں کوئی آدمی نہیں کہہ سکتا کہ انہوں نے ہمارے ساتھ زیادتی کر دی، کبھی کوئی دو نمبر چیز دے دی تھی یا وعدہ کی خلاف ورزی کر دی تھی۔ پھر چالیس سال کی عمر میں عام طور پر اُن پر وحی کا نزول ہوا پھر انہوں نے لوگوں کو دعوت دی، بات ان کی صحیح تھی لیکن بعض لوگ نہیں مانے، انہوں نے ستایا راستے میں کانٹے بچھائے تکلیفیں دیں پتھر مارے آبادی سے نکال دیا...... لیکن پیغمبر علیہم السلام یہی کہتے رہے کہ تم مانو یا نہ مانو بات ہماری صحیح ہے اور ایسے ہی ہوگا جیسے ہم کہہ رہے ہیں اس لیے کہ ہم اللہ کے بھیجے ہوئے

ہیں۔خود بھی عمل کرتے رہے اور دوسروں کو بھی بتاتے رہے۔ یہ پیغمبر اللہ نے بھیجے اور ایک لاکھ سے زائد بھیجے۔ ہم مسلمان ہیں، مسلمان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہم محمد ﷺ کے ماننے والے ہیں، وہ آخری پیغمبر تھے اور ان کو ماننے کا مطلب یہ ہے کہ ان سے پہلے بھی جتنے پیغمبر آئے ان سب کو بھی مانتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر محمد ﷺ تک سب پیغمبر اپنے اپنے وقت میں برحق تھے بہرحال ہم محمد ﷺ کی باتوں پر عمل کرتے ہیں اور محمد ﷺ بھی تشریف لے گئے اللہ نے انہیں قرآن کتاب دی تھی، ہمارے پاس ہر گھر میں یہ کتاب موجود ہے۔تاکہ یہ نہ ہو کہ پتہ نہیں وہ کیا کہہ گئے ہیں، زبانی باتوں کا تو معاملہ کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے وہ لکھی ہوئی موجود ہے کہ محمد ﷺ یہ کہہ کر گئے ہیں۔اب اس کے بعد قیامت کے دن کوئی عذر نہیں ہے کہ میں بھول گیا تھا، دنیا داری تھی مجھے پتہ نہیں چلا، یاد نہیں رہا۔اب کوئی گنجائش نہیں۔ یہ تیسرا ایمان ہے۔

محمد ﷺ ہمارے محسن ہیں ان کی تعلیمات ہم پر احسان ہے کہ ہمیں انہوں نے یہ بتا دیا کہ قیامت کے دن یہ کچھ پیش آنے والا ہے ہم اس کی تیاری کر سکیں ہم اس قرآن کو کھولیں اس کو پڑھیں اس کو سمجھیں اس پر عمل کریں اور اس کے مطابق زندگی گزاریں تاکہ کل قیامت کے دن ہم اس کے جواب دہی کر سکیں اور اللہ کی پکڑ سے بچ سکیں۔

یہ 'نبوت ورسالت' ہم پر اللہ کی رحمت ہے اور محمد ﷺ چونکہ تمام نبیوں میں اپنے مقام اور مرتبے میں بلند ہیں اور پوری دنیا کے لئے نبی ہیں۔آپ سے پہلے جو نبی آئے مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہ کسی خاص علاقے میں آئے تھے جبکہ محمد ﷺ کی نبوت ورسالت اپنے زمانے میں بھی پوری دنیا پوری گلوب کے لیے تھی اور آج تک ہے اور قیامت تک حضور ﷺ کا زمانہ ہی رہے گا۔ لہٰذا آپ ﷺ رحمت للعالمین ہیں آپ جو 'رحمت' بن کر آئے تو تمام نوعِ انسانی کی طرف 'رحمت' ہے لہٰذا اگر ہم ذرا سا شعور سے کام لیں اور غور کریں تو ہم میں سے ہر نوجوان پر ہر بالغ پر ہر بڑے پر، عورت ہو یا مرد ہو اُس پر محمد ﷺ کا احسان ہے کہ انہوں نے آکر سمجھایا ہے کہ مرنے کے بعد یہ کچھ ہونے والا ہے اس کی تیاری کر لو جو مسلمان نہیں انھیں تو اس کا احساس ہی نہیں۔الحمدللہ ہم مسلمان ہے ہمیں اس کا احساس کرنا چاہئے، یہ احساس جتنا زیادہ ہو گا کہ ہم مسلمان ہیں اور اللہ نے جو نبی بھیجے وہ برحق تھے، ان کو جو کتابیں دی تھیں وہ برحق تھیں،

انہوں نے یہ کہا ہے کہ آخرت ہے حساب کتاب ہے اور بتایا ہے کہ قیامت کے دن یہ سوال پوچھے جانے ہیں ـــــ تو اتنا ہی ایمان بالرسالت ہوگا۔

ایمان باللہ، ایمان بالآخرت اور ایمان بالرسالت ان تینوں پر یقین جتنا مضبوط ہوگا اتنا ہی زیادہ ایمان ہوگا اور جتنا ان باتوں پر یقین کمزور ہوگا اتنا ہی ایمان کمزور ہوگا۔ تو حقیقتِ ایمان یہ ہے کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں، آخرت کو مانتے ہیں، آخرت دیکھی کسی نے نہیں ہے آج تک کوئی انسان مر کے واپس نہیں آیا کہ تھوڑی دیر کے لئے آ کر بتا دے وہاں بہت پٹائی لگ رہی ہے اُلٹا لٹکا یا جا رہا ہے ڈنڈے مارے جا رہے ہیں سیدھے ہو جاؤ شرارتیں بند کر دو۔ مرنے کے بعد کوئی انسان واپس نہیں آیا۔ ہمیں صرف پیغمبروں نے بتایا ہے اور پیغمبروں کو اللہ نے بتایا ہے کہ مرنے کے بعد یہ ہوگا اور یوں اس سے بچا جا سکتا ہے۔ جتنا ہمیں ان باتوں پر یقین ہوگا اتنا ہی ایمان مضبوط ہوگا۔

مضبوط ایمان اور کمزور ایمان کی نشانی ایک ہی ہے بس یہی بیان کر کے آج کی بات ختم کرتے ہیں۔ ایمان کمزور ہوگا تو آدمی صرف زبان سے کہے گا کہ میں مسلمان ہوں عمل نہیں کرے گا یقین ہی نہیں ہوگا تو نماز پڑھنے کو قرآن پڑھنے کو اچھی باتیں کرنے کو سچ بولنے کو دل ہی نہیں کرے گا اور اگر یقین ہوگا اور ایمان مضبوط ہوگا تو پھر آدمی اپنے آرام سے وقت نکالے گا قرآن پڑھے گا قرآن کی زبان سیکھے گا نماز پڑھے گا سچ بولے گا خدمت خلق کرے گا لوگوں کے کام آئے گا دوستوں کو بھی بتائے گا۔ سب سے اہم بات جو ایمان کا نتیجہ ہے کہ اپنے دوسرے ساتھیوں کو بھی اس کی تلقین کی جائے کہ بھائی ذرا خیال کرلو آخر ہم مسلمان ہیں ہمیں مرنا ہے آخرت ہے تو وہاں کہیں نقصان نہ وہ جائے۔

اگر آپ اور میں ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں تو اس مطلب کا یہ ہے کہ میں آخرت کو مانتا ہوں مرنے کے بعد ایک زندگی ہے اور جنت و دوزخ کو بھی مانتا ہوں اور میرا ہی دوست، روم میٹ یا بھائی نماز نہ پڑھتا ہو یا کسی کی والدہ نماز نہیں پڑھتی، کسی کا والد نماز نہیں پڑھتا اور وہ اس کو نہیں کہتا کہ نماز پڑھو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو میرے سامنے آگ میں ڈال دو تو مجھے کوئی پرواہ نہیں، مختصر الفاظ میں تو یہی مطلب ہے۔ اگر انسان انسان ہے اور اس کے دل میں انسان کا دل ہے تو

پھر جس کی والدہ نماز نہیں پڑھتی اس کو بھی کہنا ہوگا کہ امی جان نماز پڑھا کریں۔خدمت کرے اور ان کو آمادہ کرے کہ وہ نماز پڑھے، کسی کہ ہمشیرہ نماز نہیں پڑھتی، کسی کا بھائی نماز نہیں پڑھتا، کسی کا دوست نماز نہیں پڑھتا۔کیا دوست نماز نہیں پڑھتا تو آپ 15 پر پولیس کو فون کریں گے کہ آئیں جناب یہ میرا دوست نماز نہیں پڑھتا میں نے اسے چار، پانچ مرتبہ کہا ہے اور یہ اٹھ ہی نہیں رہا۔ایسا نہیں ہوسکتا بلکہ دوست کا اور دوستی کا حق یہی ہے کہ اس کو سمجھایا جائے اس کو احساس دلایا جائے کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں اگر تمہیں میں سردی میں صبح کو نیند سے جگا رہا ہوں نماز کے لئے کہہ رہا ہوں تو میں تمہارے ساتھ دشمنی نہیں کر رہا تمہارا بھلا کر رہا ہوں۔اپنے طرزِ عمل سے اسے بھی احساس دلاؤ کہ کچھ عرصے بعد وہ یقین کرلے کہ یہ دوست میرا خیر خواہ ہے اور بڑا اچھا ہے یہ مجھے محنت کر کے جگا دیتا ہے مجھے یہ آگ سے بچانے کی کوشش کر رہا ہے۔تو اگر ایمان مضبوط ہو تو اس کا یہ تقاضا ہے کہ اب دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیں۔خود اچھے کام بھی کریں گے، اپنے حصے کے بھی کام کریں گے اور دوسروں کو بھی بچانے کی کوشش کریں گے۔ یہ میری والدہ، والد، بھائی، رشتہ دار، کزن، دوست، روم میٹ، COLLEAGUE اور جو اکٹھے پڑھتے ہیں اور کھیلتے کودتے ہیں وہ سب بھی آگ سے بچ جائیں تو اچھا ہی ہے۔یہ ایمان کا تقاضا ہے۔ایمان کمزور ہوگا تو آدمی نہ خود عمل کرے گا اور نہ ہی دوسروں کو کہے گا۔جتنا ایمان مضبوط اور یقین ہوگا تو آدمی خود بھی عمل کرے گا اور اپنے قریبی لوگوں کو بھی یہی بات کہے گا۔یہ حقیقتِ ایمان ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھے بھی اور آپ کو بھی ان باتوں کی سمجھ عطا فرمائے اور ان باتوں کو ہمارے دلوں میں پتھر کی لکیر بنا دے اور اس پر مزید غور وفکر کرنے اور قرآن کو باقاعدگی سے سمجھ کر پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین) تاکہ ہم اس میں آگے سے آگے بڑھ سکیں اور اچھے انسان بن سکیں، محمد ﷺ کے اچھے اُمتی اور اچھے نمائندے بن سکیں۔مسلمانوں کو دنیا ـــــ محمد ﷺ کے اُمتی اور نمائندے سمجھتی ہے۔جیسے ایک اچھا شاگرد اپنے ادارے کا سفیر ہوتا ہے جو اِس ادارے سے پڑھ کر باہر کہیں جائے گا اور اچھا کردار ادا کرے گا وہاں لوگ کہیں گے کہ جھنگ کا ادارہ کیڈٹ کالج بہت اچھا ادارہ ہے کتنی اچھی تربیت کر رہا ہے اور جو بچہ یہاں سے جا کر شرارتیں یا بد یانتی کرے گا لوگ کہیں گے کہ کیا کالج ہے، وہاں کیا پڑھاتے ہیں، وہاں اس طرح

بچوں کی تربیت کر رہے ہیں۔تو اسی طرح ہم محمد ﷺ کے اُمتی ہیں کہ ان کو دیکھ کر بھی غیر مسلم یہ کہتا ہے کہ محمد ﷺ کا اُمتی اتنا اچھا ہے تو محمد ﷺ کتنے اچھے انسان ہوں گے۔آدمی اپنے استادوں کی عزت کا سبب بنتا ہے اگر خود غلط کام کرے تو اپنے استادوں کی بدنامی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔اسی طرح اگر ہم مسلمان اچھے کام نہیں کریں گے تو ہماری وجہ سے محمد ﷺ پر حرف آئے گا تو یہ بہت بڑی بدقسمتی کی بات ہے۔ہم اپنے اچھے اعمال سے محمد ﷺ کی دنیاوی شان میں اضافہ کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ نَوِّرْ قُلُوْبَنَا بِالْاِیْمَانِ وَ اشْرَحْ صُدُوْرَنَا لِلْاِسْلَامِ۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی۔ اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا الْاِیْمَانَ وَ زَیِّنْهُ فِیْ قُلُوْبِنَا وَ کَرِّہْ اِلَیْنَا الْکُفْرَ وَ الْفُسُوْقَ وَ الْعِصْیَانَ وَ اجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِیْنَ۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّکَ وَ حُبَّ حَبِیْبِکَ ﷺ وَ حُبَّ عَمَلٍ یُّقَرِّبُنَا اِلٰی حُبِّکَ۔ وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اے اللہ! ہمارے دِلوں کو ایمان کے ساتھ منوّر کر دے اور ہمارے سینوں کو اسلام کے لیے کھول دے۔اے اللہ! ہمیں ان کاموں کی توفیق دے جن کو تو پسند کرتا ہے اور جن سے تو راضی ہوتا ہے۔اے اللہ! ایمان کو ہمارے لیے محبوب بنا دے اور اس کو ہمارے دِلوں میں کھبا دے اور کفر اور گناہ اور نافرمانی سے نفرت عطا کر دے اور ہمیں نیک راہ پر چلنے والوں میں سے بنا دے۔اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرما اور اپنے رسول کی محبت اور ایسے عمل سے محبت جو ہمیں تیری محبت کے قریب کر دے۔اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سب سے بہتر ہستی حضرت محمد ﷺ اور اُن کی آل و اصحاب سب پر رحمت نازل فرمائے۔ آمین

---

# حقائق نامہ تعلیم

## نصابِ تعلیم و نظامِ تعلیم 2015ء

تنظیم اساتذہ پاکستان، خیبر پختونخواہ

(بشکریہ ماہنامہ افکارِ معلم لاہور، جولائی 2015ء)

جب سے نوعِ انسان کی زندگی کا آغاز ہوا ہے، تب سے علم اور تعلیم ہی کی وجہ سے اسے اشرف المخلوقات کا شرف حاصل ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی پہلی وحی اِقرأ سے شروع ہوئی اور لوگوں کا آپس میں امتیاز بھی علم ہی کی وجہ سے ہے۔ مسلمانوں کی میراث علم ہے اور علم ہی کی بدولت انہوں نے اپنے ربّ کو پہچانا، اس کی عبادت کی اور دنیا پر حکمرانی کی۔ تعلیم کے اس زیور کو اب ہم سے چھیننے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ لارڈ میکالے نے 22 فروری 1835ء کو برطانیہ کے دارالعوام میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ

> "IF YOU WANT TO CONQUER INDIA, YOU MUST HAVE TO ATTACK THE VERY BACKBONE OF THEIR EDUCATIONAL SYSTEM AND CULTURAL VALUES"

مسلمانوں کی غفلت کی وجہ سے انگریزوں کا ہندوستان پر قبضہ ہوا اور انہوں نے وہی کیا جس کا اوپر حوالہ درج ہے۔ انگریزوں نے مشرقی علوم کی جگہ مغربی علوم اور انگریزی نافذ کر دی اور ملازمتوں کے لیے انگریزی ہی کو بنیاد قرار دیا۔ اس سے تخلیقی سوچ ناپید اور طوطوں کی بھرمار ہو گئی۔ چند مسلمانوں کو انگریزوں اور ہندوؤں کے اس گٹھ جوڑ کا ادراک ہوا، تحریک آزادی کا آغاز ہوا اور

14 راگست 1947ء میں پاکستان کے وجود کی صورت میں ایک معجزہ رونما ہوا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے پہلی تعلیمی کانفرنس کے نام اپنا پیغام بھیجا۔ جس میں مستقبل کے پاکستان کا نقشہ تھا یعنی اسلامی فکر اور سائنسی تخلیقی نقطۂ نظر۔ بعد کے آنے والوں نے اپنی حیثیت اور قائداعظم کے فرمودات گنوا دیے۔ اس کے نتیجے میں نئی نسل جسمانی طور پر تو پاکستانی اور مسلمان لیکن ذہنی طور پر انگریز بنتے گئے۔

## ریاست کی ذمہ داری

دستورِ پاکستان کے دفعہ نمبر 31 کے مطابق تعلیم کے مقاصد بڑے واضح ہیں۔ مثلاً

THE MUSLIMS SHALL BE ENABLE TO ORDER THEIR LIVES IN THE INDIVIDUAL AND COLLECTIVE SPHERES IN ACCORDANCE WITH THE TEACHINGS AND REQUIRMENTS OF ISLAM AS SET OUT IN THE HOLY QURAN AND SUNNAH.

1) STEPS SHALL BE TAKEN TO ENABLE THE MUSLIMS OF PAKISTAN INDIVIDUALLY AND COLLECTIVELY TO ORDER THEIR LIVES IN ACCORDANCE WITH THE FUNDAMENTAL PRINCIPLES AND BASIC CONCEPTS OF ISLAM AND TO PROVIDE FACILITIES WHEREBY THEY MAY BE ABLE TO LEARN THE HOLY QURAN AND SUNNAH.

2) THE STATE SHALL ENDEAVOR AS RESPECTS THE MUSLIMS OF PAKISTAN.

a) TO MAKE THE TEACHINGS OF HOLY QURAN AND ISLAM COMPULSORY TO ENCOURAGE AND FACILITATE THE LEARNING OF ARABIC LANGUAGE AND TO PREPARE CORRECT AND

EXACT PRINTING ANG PUBLISHING OF THE HOLLY QURAN.

b) TO PROMOTE UNITY AND OBSERVANCE OF ISLAMIC MORAL STANDARDS.

قیامِ پاکستان سے لے کر 1971ء تک سکولز وانٹرمیڈیٹ کالجز کے لیے نصابی کتب کا بنانا پاکستان کی مرکزی حکومت کی بجائے صوبائی حکومتوں کے اختیار میں تھا۔مشرقی پاکستان کے ٹیکسٹ بک بورڈ نے اس اختیار کا غلط فائدہ اُٹھاتے ہوئے ایسے درسی کتب رائج کیے جو نظریۂ پاکستان کے خلاف تھے،اس کے ساتھ ساتھ مشرقی پاکستان میں ہندو اساتذہ کی اکثریت بھی تھی جو وہاں کے مسلمان طلبہ کو پاکستان کے خلاف اُکسا رہے تھے۔اس بات کی طرف صدر ایوب خان کو توجہ دلائی گئی مگر اس وقت کے گورنر مشرقی پاکستان عبدالمنعم خان نے ٹیکسٹ بک بورڈ کی ان کتابوں کو درست نہیں کیا۔نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں ایک ایسی نسل تیار ہوئی جو پاکستان کے خلاف ہوگئی اور مشرقی پاکستان کی سیاسی و معاشی ابتری کی موجودگی میں اس بات نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔اس کی وجہ سے پورا مشرقی پاکستان ہم سے جدا ہوگیا۔(یہ تمام واقعات قدرت اللہ شہاب کی کتاب شہاب نامہ میں پڑھے جاسکتے ہیں)

1971ء کے اس حادثے سے عبرت لیتے ہوئے پاکستان کی وفاقی حکومت نے 1973ء اور 1976ء میں کریکولم ونگ اور کنکرنٹ لسٹ بنائے جو اس بات کی ضمانت تھے کہ پاکستان میں نصابات کی تیاری میں مرکزی حکومت اپنا اختیار رکھے گی اور اسلامیات و معاشرتی علوم/مطالعہ پاکستان جیسے مضامین کا خاص خیال رکھا جائے گا تاکہ پھر کہیں ایسا سانحہ رونما نہ ہوجائے۔ 2010ء تک مرکزی اختیار کی یہ پالیسی جاری رہی اور نصابی کتب اسلام اور نظریۂ پاکستان کے مطابق درست رہے۔ 2010ء میں اٹھارھویں ترمیم نے جہاں ایک طرف 58(2)ب کی شق کو ختم کیا جو ایک اچھا قدم تھا تو اس کے ساتھ نادانی کی بنیاد نہ صرف کنکرنٹ لسٹ اور کریکولم ونگ کو ختم کیا گیا بلکہ درسی کتب کی تیاری کا کام بھی واپس صوبوں کے حوالے کیا گیا۔ اس سے دوبارہ یہ اندیشہ پیدا ہوگیا ہے کہ پاکستانی طلبہ کو نظریۂ پاکستان اور اسلام سے بے خبر رکھا جائے گا،چونکہ موجودہ پاکستان میں سیاسی ابتری،معاشی عدمِ توازن اور اچھی حکمرانی کا فقدان اسی

طرح موجود ہے جیسے کہ اس وقت کے مشرقی پاکستان میں موجود تھی، لہٰذا 1971ء جیسا کوئی واقعہ خدانخواستہ دوبارہ بھی رونما ہوسکتا ہے۔ اس نادانی پر محترم پروفیسر خورشید احمد اور ڈاکٹر احسن اقبال نے اختلافی نوٹ لکھا لیکن ان کی آراء کو کسی نے توجہ نہیں دی۔ ذمہ دار سیاسی و دینی جماعتوں سمیت تنظیم اساتذہ نے نصابات کا اس طرح صوبوں کے اختیار میں واپس دینے پر احتجاج کیا لیکن اس پر کوئی خاص غور نہیں ہوا۔

اس اقدام کے نتیجے میں 2012ء میں نصابی کتب میں وہ تمام باتیں سامنے آگئیں جن کا خدشہ ظاہر کیا گیا تھا یعنی اسلامیات کی کتب میں قرآنی سورتوں اور آیات کو کم کر دیا گیا اور مطالعہ پاکستان و معاشرتی علوم کی کتب میں سے تحریک پاکستان کی نمایاں شخصیات اور موضوعات کو کم کر کے صوبائی و قوم پرست شخصیات کو شامل کیا گیا۔ تنظیم اساتذہ نے موجودہ صوبائی حکومت کو ان تبدیلیوں کو درست کرنے کے بارے میں بار بار توجہ دلائی اور کہا کہ سابقہ درست موضوعات کو دوبارہ رائج کیا جائے۔ صوبائی حکومت نے درستگی کی حامی بھری اور 2013ء میں ایک کمیٹی قائم کی جس نے اَغلاط کو درست کرنے کی سفارشات صوبائی حکومت کو پیش کیں۔ صوبائی حکومت نے بعض اغلاط کو درست کیا لیکن اکثر کو ویسے ہی رہنے دیا۔ تنظیم نے مطالبہ کیا کہ باقی غلطیوں کو بھی درست کی جائے، لہٰذا 2014ء میں ایک اور کمیٹی قائم کی گئی جس نے دوبارہ سفارشات پیش کیے مگر اس دفعہ بھی چند ایک چیزیں درست کی گئیں اور زیادہ تر باتیں پھر وہی رہی۔

کمیٹیوں نے دو سال میں نصابی کتب میں جو درستگی کی اس کے بعد بھی کئی ایک غلطیاں پائی جاتی ہیں، ذیل میں ہم ان کی تفصیل عوام و خواص کے علم میں لانے کے لیے پیش کر رہے ہیں تاکہ صورتحال واضح ہوجائے کہ طلبہ کو صوبائی اختیار سے پہلے کیا پڑھایا جارہا تھا اور صوبائی اختیار کے بعد کیا پڑھایا جارہا ہے۔۔۔ موجودہ حکومت کے دو سال گزرنے اور اٹھارہویں ترمیم کے نافذ ہونے کے بعد 2015ء میں نصابِ تعلیم اور نظامِ تعلیم کی موجودہ صورتحال ملاحظہ کریں۔

## 1 نصابیات:

ا انگریزی جماعت دوم کی کتاب کے صفحہ 22،25،47،58،65،85 پر حکومت کو تجویز دی گئی کہ تصاویر میں انگریزی لباس کی جگہ قومی لباس ہو اس لیے کہ قومی لباس قوم کی پہچان ہوتی

ہے اور ہماری نصابی کتب میں قومی لباس میں لوگوں کی تصاویر ہوں، لیکن اس پر عملدرآمد نہیں ہوا۔

۲ انگریزی جماعت ہفتم کی کتاب میں قائداعظم پر لکھا گیا مضمون A VISIT TO ZIARAT اور فاتح سپین TARIQ BIN ZIAD کے مضامین شامل تھے، نئی کتاب میں سے یہ دونوں مضامین خارج کر دیے گئے ہیں۔ تجویز تھی کہ ان دونوں مضامین کو پھر شامل کیا جائے، مگر عملدرآمد نہیں ہوا۔

۳ انگریزی جماعت ہشتم کی کتاب میں ESSAY ON THE PROPHET MUHAMMAD ﷺ صفحہ نمبر 1 پر موجود تھا۔ نئی کتاب سے یہ مضمون خارج کر دیا گیا ہے، تجویز تھی کہ اسے دوبارہ شامل کیا جائے، لیکن عملدرآمد نہیں ہوا۔

۴ انگریزی دہم پرانی کتاب میں ESSAY ON QUAID-E-AZAM اور ESSAY ON CHARTER OF MADINA موجود تھے۔ نئی کتاب میں ان کی جگہ بیگم رعنا لیاقت علی خان اور آبادی میں اضافے پر مضامین دیے گئے ہیں۔ تجویز یہ تھی کہ ان کو ہٹا کر پہلے والے مضامین دوبارہ شامل کیے جائیں، لیکن تجاویز پر عملدرآمد نہیں ہوا۔

۵ انگریزی سال اوّل کی ساری کتاب مغربی مصنّفین کے لکھے ہوئے مضامین پر مشتمل ہے کسی مسلمان اور پاکستانی مصنف کا کوئی مضمون اس میں شامل نہیں ہے۔ دو مضامین THE WAY IT WAS اور FLY AWAY کو تبدیل کرنے کی تجویز دی گئی کیونکہ اوّل الذکر مضمون کا تعلق موسیقی کے سننے سے ہے اور مؤخر الذکر کا تعلق مکھیوں پر ایک بے معنی مضمون سے ہے، مگر ان تجاویز کو درخور اعتنا نہیں سمجھا گیا۔

۶ انگریزی سال دوم۔ اس کتاب میں بھی زیادہ تر مضامین بے معنی ہیں لیکن پھر بھی کوئی تبدیلی نہیں لائی گئی۔

۷ جماعت دہم بیالوجی میں ڈارون کا نظریہ ارتقاء موجود ہے جو ایک ناکام نظریہ ہے اور یہ بندر کو انسان کا جدامجد کہتی چلی آ رہی ہے، تجویز تھی کہ اس کے ساتھ ہی اسلامی نقطۂ نظر بھی درج کیا جائے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور یہ اللہ کا خلیفہ ہے، لیکن کوئی عملدرآمد نہیں ہوا، اسی کتاب میں صفحات 76 اور 86 پر نامناسب اعضاء کی تصاویر موجود ہیں جو اس عمر کے طلبہ کو دکھانا

درست نہیں۔ اسی طرح صفحہ نمبر 250 پر اسی کتاب میں شراب بنانے کا عمل بتایا گیا ہے جو کسی طرح بھی مسلمان طلبہ کو بتانا درست نہیں، کیا اس کی جگہ پیرا سیٹا مول کی دوائی بنانے کا عمل نہیں دکھایا جا سکتا تھا۔۔۔؟

۸ جماعت پنجم اردو۔ 2014ء کتاب میں مضامین کہانی 23 مارچ، خوشحال خان خٹک، سیّد جمال الدین افغانی، امام جعفر صادق، قائداعظم کا مزار اور پاکستانی شہریوں کو سلام شامل تھے۔ 2015ء کے مسوّدے میں یہ تمام مضامین خارج کر دیے گئے تھے، تجویز تھی کہ انہیں دوبارہ شامل کیا جائے، لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ تجویز پر عملدرآمد نہیں ہوا۔

۹ جماعت ششم اردو۔ تحریک پاکستان میں طلبہ کا حصہ پر مضمون شامل تھا جسے نامعلوم وجوہات کی بناء پر حذف کر دیا گیا ہے۔ یقینی طور پر یہ اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ موجودہ دَور کے طلبہ گزشتہ دَور کے طلبہ کی پاکستان کے لیے دی گئی قربانیوں سے بے خبر رہیں۔

۱۰ جماعت ہفتم اُردو۔ 2012ء کی کتاب میں مسلمانوں کی بیداری میں اقبال کا حصہ اور نظم عدل فاروقی شامل تھے۔ انہیں اب خارج کر دیا گیا ہے، تجویز تھی کہ انہیں دوبارہ شامل کیا جائے مگر عملدرآمد نہیں ہوا۔

۱۱ جماعت ہشتم اردو۔ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ پر مضامین حذف کیے گئے ہیں چونکہ یہ دونوں شخصیات انتہائی اہم ہیں لہٰذا انہیں دوبارہ شامل کرنے کے لیے تجویز دی تھی، لیکن اب تک یہ خارج ہیں۔

۱۲ جماعت نہم اردو مضامین قائداعظم صوبہ سرحد میں اور مولوی عبدالحق کا خط گاندھی کے نام حذف تھے۔ تجویز تھی کہ دوبارہ شامل کیے جائیں لیکن یہ دونوں اسباق خارج رکھے گئے۔

۱۳ جماعت دہم اردو شبلی نعمانی کا مضمون ہجرت نبوی ﷺ، غلام رسول مہر کا مضمون مسلمانوں کی تعلیم جنگ آزادی کے بعد، الطاف حسین حالی کی حمد، ماہر القادری کی نعت، ڈاکٹر اقبال کی نظم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حذف تھے۔ تجویز تھی کہ ان سب کو دوبارہ شامل کیا جائے لیکن شومئ قسمت کہ تجاویز کو ردّی کی ٹوکری میں پھینک دیا گیا۔

۱۴ جماعت سال اوّل اردو مضامین اسوۂ کامل ﷺ، جابر بن حیان، نظم مسلمان کی شان،

مجاہدین اسلام، علامہ اقبال کی نظم شاہین اور رباعیات حذف کردی گئیں تھی تجویز دی تھی کہ ان اہم مضامین ونظموں کو دوبارہ شامل نصاب کیا جائے، مگر معلوم نہیں کہ کیوں ان حق بجانب آراء کو نہیں مانا گیا۔

۱۵ جماعت سال دوم اردو مضمون معلم اعظم ﷺ اور نعت خیر المرسلین ﷺ کو خارج کیا گیا ہے، تجویز تھی کہ انہیں دوبارہ شامل کیا جائے، مگر یقین دہانی کے بعد بھی یہ خارج رہے۔

۱۶ جماعت چہارم معاشرتی علوم کتاب میں سے قائداعظم پر مضمون خارج رکھا گیا ہے۔

۱۷ جماعت پنجم معاشرتی علوم صفحہ نمبر 58 پر تاریخی واقعات مختلف نقطہ ہائے نظر کے پیراگراف میں اساتذہ اور طلبہ کے ذہنوں میں تحریک پاکستان اور کشمیر پر ابہام والجھاؤ پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے اور ان عنوانات پر بھارتی نقطہ نظر بھی درج کیا گیا ہے جو چھوٹی عمر کے طلبہ کے ذہنوں میں پاکستان وکشمیر کے بارے میں شکوک پیدا کرتے ہیں۔ تجویز تھی کہ اس پیراگراف کو ختم کیا جائے، لیکن اس پر بھی عملدرآمد نہیں ہوا۔

۱۸ جماعت پنجم، ہفتم، ہشتم، اور سال دوم پشتو کتب میں اس کثرت سے عبدالغفار خان پر مضامین آئے ہیں جتنا کہ قائداعظم محمد علی جناح پر بھی نہیں ہوں گے، تجویز تھی کہ انہیں کم کردیا جائے مگر ان میں کوئی کمی نہیں آئی۔

۱۹ جماعت ششم تاریخ 2014ء کی کتاب کو پرانی حالت میں 2015ء میں دوبارہ غلطیوں سمیت رائج کردیا گیا ہے۔

اس مختصر سے نصابی جائزے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ کتابوں میں سے اسلامیات سے متعلق اور نظریۂ پاکستان وتحریک پاکستان اور اہم مسلم و پاکستانی شخصیات کے عنوانات کم کردیے گئے ہیں اور باوجود یاددہانیوں اور کمیٹیوں کے قیام کے بھی ان کی کمی کو پورا نہیں کیا گیا۔ اس کے بعد محکمہ تعلیم میں دوسرے شعبوں کی کارکردگی کا جائزہ بھی پیش کیا جاتا ہے۔

## 2 تربیت اساتذہ:

ملازمت سے پہلے اور ملازمت کے بعد اساتذہ ٹریننگز میں بیرونی امداد قرض پر سہارا جاری ہے اور اس رقم کا بے دردی سے استعمال ہورہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنے اداروں اور

پیشہ ورانہ لوگوں سے کام نہیں لیا جاتا جس کی وجہ سے ان کی صلاحیتوں کو زنگ لگ رہا ہے۔اس کی بجائے بیرون ملک کے لوگوں کے اداروں سے مدد لی جارہی ہے۔مثال کے طور پر

☆ DAE/JDPE/DM کے پروگراموں کے اندر USAID کا سکالرشپ قبول کرنا اوران کے مابعد اثرات ایک لمحۂ فکریہ ہے۔

☆ GIZ, SAVE THE CHILDREN, CIDA, DFID, PRP اور چند علاقائی این جی اوز جیسے ساحل، حجرہ، خوئندو کور وغیرہ اپنے اپنے حساب سے براہِ راست اساتذہ اوراستانیوں تک پہنچ چکے ہیں جس سے تعلیمی نظام انتشار کا شکار ہے۔

☆ اس سال اپنے تربیت اساتذہ کے اداروں کو استعمال کرنے کی بجائے پرائیویٹ اداروں سے اساتذہ کی تربیت دلائی جس پر اربوں روپے خرچ آیا۔

## 3 یونیورسٹیز:

پرائیویٹ جامعات نے تو پیسہ کمانے کا کام کرنا ہی ہے لیکن سرکاری جامعات بھی اعلیٰ تعلیم کو غریب آدمی کی پہنچ سے دور لے جارہی ہیں۔تحریک انصاف کی صوبائی حکومت نے پچھلی حکومت کے منظورنظر افراد کو جامعات میں بٹھائے رکھا ہے جن کا تقرر اہلیت کے خلاف تھا۔اس کے ساتھ ساتھ لادینی ذہن کے لوگوں کو آگے لا کر سیکولر ایجنڈے پر کام جاری ہے۔لڑکوں کے کالجز میں گزشتہ صوبائی حکومت نے بی ایس کے کلاسز شروع کر دیے تھے لیکن لڑکیوں کے کالجز میں یہ کلاسز شروع نہیں کیے۔اس کے نتیجے میں لڑکیاں مجبوری سے لڑکوں کے کالجز میں داخلے لینے لگیں۔بہت سارے والدین نے تو اپنی بچیوں کو واپس نکالا لیکن کئی ایک اب بھی وہاں پڑھ رہی ہیں جس سے اخلاقی گراوٹ اور مرد وزن کے اختلاط کا ایک نیا باب کھل گیا ہے۔نئی صوبائی حکومت میں بھی سب کچھ ویسے کا ویسا ہی چل رہا ہے۔

## 4 ایلیمینٹری اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن:

ابتدائی و ثانوی تعلیم کی سطح پر بھی وہی پرانا طریقہ کار چل رہا ہے یعنی پرانی ٹیم، پرانا ایجنڈا اور پرانا نظام۔جو تبدیلیاں بہرحال لائی جارہی ہیں وہ درج ذیل نوعیت کی ہیں۔

☆ اساتذہ کی بھرتی کا نیا طریقہ کار

NTS کے ذریعے میرٹ کو امیدوار کی جیب اور قسمت سے مشروط کیا گیا ہے، اگر ان کے پاس پانچ سکولوں کے لیے فیس جمع کرنے کی استطاعت ہو اور ان سکولوں کے لیے وہ میرٹ پر پورے اتر رہے ہوں تو ٹھیک ہے ورنہ کم نمبروں والے بھرتی ہوں گے اور زیادہ نمبروں والے نے چونکہ وہ سکول نہیں لکھے ہوں گے اس لیے وہ رہ جائیں گے۔ دوسری بات پورے امتحانی نظام اور چھ سات ڈگریوں اور ان کے اداروں پر عدمِ اعتماد کرپشن کا نیا باب کھولنے اور استحصال کے مترادف ہوگا۔ نیز NTS میں بنیادی سائنسی علوم پر زور ہے جبکہ عمرانی علوم کو نظرانداز کیا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ کچھ عرصہ کے بعد لوگ انسان نہیں مشین بنیں گے۔

☆ INDEPENDENT MONITORING UNIT (IMU) کا قیام:

آزاد مانیٹرنگ یونٹ کے قیام سے وقتی طور پر غیر حاضر اساتذہ کی نشاندہی ہو جاتی ہے لیکن مہینے میں ایک بار سکول کا چکر لگا لینا، رپورٹ کرنا اور آگے سے کوئی عمل درآمد نہ ہونا نہ صرف قومی دولت کا ضیاع ہے بلکہ اُلٹا موجود ضلعی تعلیمی انتظامیہ کو مفلوج کرنے کی ایک سازش ہے۔

☆ ذریعۂ تعلیم:

ہمارے ملک میں خواندگی کی شرح ویسے بھی ناگفتہ بہ ہے اور اوپر سے انگریزی پہلی جماعت سے لازمی کر دی گئی ہے جس سے بچے انگریزی تو سیکھ لیں گے لیکن علم و تخلیقی سوچ اپنی ہی زبان میں سیکھنا آسان ہوتے ہیں، پس لگتا ہے کہ ہم مستقبل قریب میں انگریزی زبان زیادہ مگر تخلیقی سوچ والے انسان کم ہی دیکھیں گے۔

☆ یکساں نظامِ تعلیم:

موجودہ صوبائی حکومت یکساں نصاب تعلیم کے نام پر ایک نیا کھیل کھیلنے والی ہے، پچھلے دنوں اسی موضوع پر پشاور کے ایک ہوٹل میں تمام مکاتب فکر کا ایک اجلاس بلایا گیا تھا جس میں وزیر تعلیم صاحب اور سیکرٹری تعلیم صاحب بھی شریک تھے۔ بحث کو سمیٹتے ہوئے یہ عندیہ دیا گیا کہ ہم OXFORD SERIES کو تمام سکولوں میں یکساں نصاب کے طور پر رائج کرنا چاہتے ہیں۔ ان کتب کے اندر جو تکنیکی کمزوریاں اور اخلاق باختگی ہے وہ ایک طرف، اس کا سب سے بڑا

نقصان اپنے موجودہ قومی اداروں کی بے توقیری اور انہیں ختم کرنے کی سازش ہے جن میں ٹیکسٹ بک بورڈ اور نظامت نصاب وتربیت اساتذہ DCTE شامل ہیں۔

☆ دیگر امور:

اگر مجموعی طور پر دیکھا جائے تو تعلیم اور تعلیمی نظام اغیار کے ایجنڈے پر آگے بڑھ رہے ہیں اور اپنے ادارے مفلوج سے مفلوج تر ہوتے جارہے ہیں۔ ادارہ جاتی سوچ نہیں ہے، قوانین اور قواعد پر عمل نہیں ہورہا اور اہلیت کو سرعام پامال کیا جارہا ہے۔ سکولز اور کالجز بنیادی اکائیاں ہیں اور ہیڈ ماسٹر/ پرنسپل ان کے سربراہ ہیں لیکن ان کو بے دست و پا اور سیاسی ورکرز کو طاقتور بنایا جارہا ہے۔ بے حیائی اور بے پردگی کو پروان چڑھانے کے لیے مخلوط نشستیں اور مخلوط تعلیم کو دوام بخشا جارہا ہے۔

لہٰذا ان ساری باتوں کو ریکارڈ پر لا کر ہم اربابِ اختیار، ممبران صوبائی وقومی اسمبلی، سینیٹرز، اہل علم و دانشور حضرات سے اپیل کرتے ہیں کہ خدارا اسلام، ملک اور مستقبل کا سوچیں۔ اس کے ساتھ ساتھ والدین اور عوام کو متنبہ کرتے ہیں کہ اس صورتحال سے آنکھیں بند کرکے سب ٹھیک ہے سے کام نہیں چلے گا بلکہ دامے، درمے، سخنے اپنے حصے کا پاکستان بچانا اور بنانا ہے۔ اسلام کی خدمت کرنی ہے اور اپنے بچوں کو مسلمان ڈاکٹر، مسلمان انجینئر، مسلمان سپاہی اور مسلمان معلم اور دکاندار بنانا ہے۔ امید ہے کہ آپ سب بہتری کی خاطر ہماری آواز میں اپنی آواز ملائیں گے۔

---

# نظریۂ پاکستان کی تشریح ؟

محمد فہیم
تیمر گرہ ضلع دیر پائین

’نظریۂ پاکستان‘ دورِ حاضر میں اسلام کی روحِ عصر کے لہجے اور محاورے میں تشریح کا عام فہم نام ہے اور علامہ اقبال کی کاوشیں اور کلام اس سلسلے میں مجددانہ شان رکھتا ہے اور مسلمانوں کے تمام مکاتبِ فکر میں یکساں مقبول ہے لہٰذا اقبال کے افکار یا حکمت اقبال ہی میں نظریۂ پاکستان کے خدوخال تلاش کرنا ضروری ہیں۔ مضمون نگار نے اسی سلسلے کی ایک کامیاب کاشش کی ہے۔ (ادارہ)

جب سے پاکستان معرض وجود میں آیا ہے اسی وقت سے ملک میں ایک طبقہ، جس کے سرخیل سیکولر دانشور ہیں، ایسا آ رہا ہے کہ وہ پاکستان کے بنیادی نظریے، اس کے مصوّر علامہ اقبال اور اس کے معمار قائداعظم کے نظریات وافکار کے خلاف تحریر وتقریر کے ذریعے عوام النّاس کو گمراہ کرنے کی کوشش میں مصروف رہا ہے۔ اگر تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ طبقہ قیامِ پاکستان کے وقت بھی موجود تھا اور مسلم لیگ کے اندر بھی ایسے لوگ موجود تھے۔ لیکن بالخصوص پرویز مشرف کے دور سے ان کی سرگرمیوں میں بہت تیزی آئی اور ان کی ڈھٹائی میں اضافہ ہوا۔ پاکستان کے حوالے سے اس سیکولر طبقے کی دانش کا حاصل یہ ہے کہ پاکستان اسلام کے نام پر نہیں بنا۔ دوقومی نظریہ کی کوئی حقیقت نہیں، نظریۂ پاکستان نام کی کوئی شے ہے ہی نہیں اور معمارِ پاکستان کے پیش نظر ایک اسلامی ریاست کا قیام نہیں تھا بلکہ ایک سیکولر ریاست قائم کرنا ان کا مقصودِ نظر تھا۔ ماضی میں اس قسم کے سوالات بعض سیاستدان بھی پارلیمنٹ میں اُٹھاتے رہے ہیں۔ اس نوعّیت کا

ایک تازہ مضمون بعنوان ''نظریۂ پاکستان کی تشریح ؟'' روزنامہ ''آج'' کے 24/اگست کے شمارے میں اس اخبار کے مستقل کالم نگار کا لکھا ہوا قابل توجہ ہے۔مضمون کا لب لباب یہ ہے کہ انھوں نے نظریۂ پاکستان کی مکمل نفی کی ہے۔اب دو ہی امکانات ہیں یہ کہ انھیں حقیقتاً نظریۂ پاکستان کی اصل حقیقت معلوم نہیں یا یہ کہ وہ تجاہل عارفانہ سے کام لے کر انجان بننے کی اس لئے کوشش کر رہے ہیں کہ ان کی سیاسی اور فکری وابستگی ان طبقات سے ہو جنہوں نے پاکستان کی حقیقت کو خلوصِ دل سے تسلیم ہی نہیں کیا ہو۔ایسے مضامین کے پیچھے اصل مدعا یہ کارفرما ہوتا ہے کہ عوام الناس کو اگر نظریۂ پاکستان سے بالکلیہ متنفّر نہ کیا جا سکے تو کم از کم ان کو ایک پریشان کن مخمصے میں ڈال کر ان کو پاکستان کی جڑ اور بنیاد کے متعلق اندیشوں میں گرفتار کیا جائے۔صاحب مضمون کے متذکرہ بالا کالم سے یہی کچھ چھلکتا ہے۔اس سلسلہ میں چند معروضات پیش خدمت ہیں۔

فاضل مضمون نگار نے وفاقی حکومت کی طرف سے میڈیا کے لیے ضابطہ اخلاق میں شامل حصہ پر اعتراض کیا ہے کہ ''نظریۂ پاکستان کے خلاف بات نہیں ہوگی'' انھوں نے اسے عجیب شق قرار دے کر پوچھا ہے کہ نظریۂ پاکستان ہے کیا؟ آگے جا کر انھوں نے لکھا ہے کہ ''اگر ہم پاکستان کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو ایک بات واضح ہوتی ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ نے کبھی بھی سرکاری طور پر نظریۂ پاکستان یا دو قومی نظریہ کی نہ تشریح کی ہے اور نہ اس کو اپنا نظریہ قرار دیا ہے...... ..................وغیرہ وغیرہ'' دیگر ضمنی باتیں بھی مضمون میں شامل ہیں۔تاہم اس تحریر کا اہم ترین جز درج بالا حصّہ ہی ہے۔اب بات بہت آسان ہو جاتی ہے اگر صاحب مضمون یا ان کے طرز پر سوچنے والے حضرات اس بنیاد پر حقیقت کو تسلیم کریں کہ مسلم لیگ جس نے پاکستان بنایا کی مرکزی شخصیت قائداعظم محمد علی جناح تھے جو معمارِ پاکستان اور بانیٔ پاکستان تھے اور اس مملکت خداداد پاکستان کے اصل مفکر اور مصوّر علامہ محمد اقبالؒ تھے جنہوں نے اس کام کے لیے قائداعظم کے راہنما کے طور پر فریضہ سرانجام دیا۔اگر یہ حقیقت تسلیم کیا جائے اور اسے ضرور تسلیم کیا جانا چاہیئے کیونکہ اسے تسلیم نہ کرنا اس کے مترادف ہوگا کہ کوئی اس حقیقت سے انکار کرے کہ سورج روزانہ صبح کو طلوع اور شام کو غروب ہو جاتا ہے۔

اس حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں تخلیق پاکستان کی جدوجہد کے دوران ان زعماء

کے بیانات پر نگاہ مرکوز کرنا ہوگی کہ ان کے سامنے کون سے نظریات اور افکار تھے جن پر اس نئی مملکت کی بنیادی تعمیر پیشِ نظر تھی۔ اگر ایک ہی لفظ میں اس کا جواب دیا جائے تو وہ صرف اور صرف ''اسلام'' ہی تھا جسے بنیاد بنا کر اس ملک کا مطالبہ کیا گیا۔ اور چونکہ مسلم لیگ کے اصل نمائندے اور راہنما یہی دو ہستیاں تھیں لہٰذا اس ضمن میں ان کے وہ درجنوں اعلانات اور بیانات ہی واحد ذریعہ ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نظریہ پاکستان کیا تھا اور اس کی تشریح کیسی کی جائے۔

آیئے ان بیانات میں سے جو تاریخ کے ریکارڈ میں محفوظ ہیں، چند بطور مشتے از خروارے کا مطالعہ کیا جائے۔ اس بات کو ہم تین ذیلی موضوعات کے تحت آگے بڑھاتے ہیں:

1۔ قیام پاکستان میں قائد اعظم اور علامہ اقبال کا کردار

2۔ علامہ اقبال کا تصور پاکستان اور 3۔ قائد اعظم کا تصور پاکستان

ان شاء اللہ اس سے پورا پس منظر سامنے آئے گا کہ نظریۂ پاکستان کیا ہے؟ اور ان بانیانِ پاکستان نے کس طرح وہ اپنے بیانات کے اندر سمودیا ہے

## 1۔ قیامِ پاکستان میں علامہ اقبال اور قائد اعظم کا کردار:

دراصل پاکستان کا سیکولر دانشور طبقہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ قائد اعظم ایک سیکولر سٹیٹ کا تصور رکھتے تھے جہاں اجتماعی نظام اور ریاستی اُمور میں دین و مذہب اور آسمانی ہدایت کا کوئی عمل دخل نہیں ہوگا بلکہ مسلمان دوسرے غیر مسلموں کی طرح اپنے ذاتی معاملے میں مسجد جانے اور مذہبی تہوار منانے میں آزاد ہوں گے باقی پورے اجتماعی نظام کا دین و مذہب سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ آیئے اس کا جائزہ لیں۔ پاکستان اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان اور بڑا تحفہ ہے جو معجزاتی طور پر اللہ نے ہمیں عطا کیا لیکن بہر حال عالم اسباب اور عالم واقعہ میں ان دو محترم ہستیوں یعنی علامہ اقبالؒ اور قائد اعظمؒ کا اس میں بڑا بنیادی کردار رہا ہے۔ پاکستان کے قیام میں فکری اور نظری اعتبار سے اصل کردار علامہ اقبالؒ کا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کو قومی سطح پر مفکّر و مصوّر پاکستان اور حکیم الامّت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہی علامہ اقبالؒ تھے جنہوں نے ہندوستان کے شمال مغرب میں ایک اسلامی ریاست کے قیام کا تصوّر دیا اور اسے تقدیر مبرم (Destiny) بھی قرار دیا کہ یہ ہو کر رہے گا۔ یہ اقبالؒ ہی تھے جنہوں نے پاکستان کے اصل مقاصد کو اُجاگر کیا۔ وہ نہ صرف

یہ کہ تصور دینے والے تھے بلکہ انھوں نے قوم میں ایک جذبہ بیدار کر کے جو ولولہ عطا کیا اس کے نتیجے ہی میں بات آگے بڑھی۔ دوسرے نمبر پر معمار و بانیٔ پاکستان کا کردار ہے جنہوں نے نہایت مشکل حالات میں حصولِ پاکستان کی جنگ عزیمت اور اعلیٰ سیاسی بصیرت کے ساتھ لڑ کر پاکستان حاصل کیا۔ اگلی سطور میں پاکستان کے حوالے سے ان کی سوچ سامنے آئے گی اور اس طرح فاضل مضمون نگار کے سوال کا جواب نکھر کر سامنے آئے گا۔

## علامہ اقبالؒ کا تصور پاکستان:

علامہ اقبال نے پاکستان سے آگے بڑھ کر اسلام کا وہ آفاقی تصوّر دیا ہے جو ملّت اسلامیہ کی آنکھوں سے دور غلامی کی وجہ سے اوجھل رہا۔ اگر بنظر غائر دیکھا جائے اس ضمن میں علامہ اقبال کا گذشتہ صدی میں کوئی ہمسر ہی نہیں ملتا۔ تاہم ہمارا اصل موضوع پاکستان کے حوالہ سے ہے لہٰذا تفصیلات میں نہیں جا سکتے۔ پاکستان کے ضمن میں علامہ کا جو تصوّر تھا اس کے لیے خطبہ اِلٰہ آباد کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ علامہؒ نے پاکستان کا تصوّر پہلی بار 1930ء کے خطبہ الٰہ آباد میں پیش کیا۔ یہ بات اس خطبے سے واضح ہو جائے گی کہ وہ پاکستان کو کس طرح کی ریاست دیکھنے کے متمنی تھے۔ انھوں نے فرمایا کہ...... ''میں پنجاب، سرحد، سندھ اور بلوچستان کو متحد ہو کر ایک واحد ریاست کی شکل میں دیکھنا چاہتا ہوں جس کی اپنی حکومت ہو خواہ سلطنت برطانیہ کے تحت یا اس سے الگ''...... ''مجھے نظر آ رہا ہے کہ یہ متحدہ شمال مغربی مسلم ریاست کم از کم شمال مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے تقدیر مبرم ہے''

آگے مزید کہتے ہیں: ''لہٰذا میں ہندوستان اور اسلام کے بہترین مفاد میں ایک الگ مسلم ریاست کے قیام کا مطالبہ کرتا ہوں''۔

اس خطبہ کے آخر میں وہ تصوّر پاکستان کے متعلق کہتے ہیں: ''اسلام کے لیے یہ ایک موقع ہوگا کہ عرب ملوکیّت کے تحت اس پر جو پردے پڑ گئے تھے اس سے چھٹکارا حاصل کر سکے اور اپنے قوانین، تعلیمات اور ثقافت کو اپنی اصل روح کے ساتھ روح عصر سے ہم آہنگ کر سکے'' یعنی ہماری ایک الگ مسلم ریاست بن جائے گی تو اس وقت ہمارے لئے موقع ہوگا کہ عرب ملوکیت کے دور میں جو پردے اسلام کے رُخ روشن پر پڑ گئے تھے ان سے چھٹکارا حاصل کیا جا سکے اور ان داغ

دھبوں کو دور کر کے اسلام کی اصل شکل دُنیا کو دکھائی جائے گی۔ دورِ ملوکیّت سے پہلے خلافت راشدہ والا اسلام تھا جو حقیقی معنوں میں صحیح اسلامی نظام تھا۔ علامہ اقبالؒ کی نظر دورِ خلافت راشدہ والے اسلامی نظام پر تھی وہ اسی نظام کو متوقع آزاد ہونے والا خطے میں نافذ کرانے کی تمنّا رکھتے تھے۔

## قائداعظم کا تصوّرِ پاکستان:

تحریک پاکستان کے دوران حضرت قائداعظم کے سو سے زیادہ ایسے بیانات ریکارڈ پر ہیں جن میں حقیقی اسلامی تصور یعنی ملکی نظام اور قوانین کے حوالے سے اسلام کے نفاذ کی تائید ہوتی ہے۔ بلکہ کراچی کے ایک صاحب نے تو دوسو سے زائد قائداعظم کے ایسے خطابات اکھٹے کیے ہیں جن میں قائداعظم نے بلاواسطہ اور بالواسطہ پاکستان کو ایک اسلامی ریاست بنانے کی بات کی ہے اور یہی سب کچھ ملا کر نظریۂ پاکستان بنتا ہے۔

چند اقتباسات بطور نمونہ (مشتے از خروارے) پیش خدمت ہیں۔ (یاد رہے کہ قائد اعظمؒ کے اکثر و بیشتر بیانات انگریزی میں ہیں۔ یہاں ہم ان کا اُردو ترجمہ کرتے ہیں)

ا۔ گیارہ جنوری 1938ء کو گیا ریلوے سٹیشن (بہار) پر ایک بہت بڑے عوامی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے قائد نے مسلم لیگ کا جھنڈا لہرا کر فرمایا:

> ''آج اس عظیم الشان مجمع میں آپ نے مسلم لیگ کا جھنڈا لہرانے کا جو اعزاز مجھے بخشا ہے یہ اس وجہ سے ہے کہ مسلم لیگ کا جھنڈا اسلام کا جھنڈا ہے۔ آپ مسلم لیگ کو اسلام سے علیحدہ نہیں کر سکتے۔ بہت سے لوگ بالخصوص ہمارے ہندو دوست ہمیں غلط سمجھتے ہیں جب ہم اسلام کی بات کرتے ہیں یا جب ہم کہتے ہیں کہ یہ جھنڈا اسلام کا جھنڈا ہے تو وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم مذہب کو سیاست میں گھسیٹتے ہیں، حالانکہ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس پر ہم فخر کرتے ہیں۔ اسلام ہمیں مکمل ضابطۂ حیات دیتا ہے۔ یہ نہ صرف ایک مذہب ہے بلکہ اس میں قوانین، فلسفہ اور سیاست سب کچھ ہے۔ درحقیقت اس میں وہ سب کچھ موجود ہے جس کی ایک آدمی کو صبح سے رات تک ضرورت ہوتی ہے۔ جب ہم اسلام کا نام لیتے ہیں تو ہم اسے ایک کامل اصطلاح کی حیثیت سے لیتے ہیں۔ ہمارا کوئی غلط مقصد نہیں بلکہ ہمارے اسلامی

ضابطہ کی بنیاد آزادی، عدل اور مساوات اور اخوت ہے''۔

18 دسمبر 1946ء کو قائداعظم نے ریڈیو قاہرہ کے نمائندے سے ملاقات میں فرمایا:

''ہم نے مطالبہ کیا ہے کہ ہند کے شمال اور مشرق میں آزاد مملکتیں قائم کی جائیں جن پر مسلم اکثریت حکومت کرے گی۔ ہم اسے پاکستان کہتے ہیں ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہند کے ان حصوں میں دو مسلم مملکتیں قائم کریں۔ ہم پاکستان کے منطقوں میں دوسروں کی مداخلت کے بغیر اسلام کے ورثے اور ثقافت اور تہذیب کا تحفظ کر سکیں گے۔ باقی ماندہ ہند ہندوؤں کے زیرِ نگین رہے گا اور وہ ان علاقوں میں اپنی مرضی و منشا کے مطابق حکومت کرنے میں آزاد ہوں گے اور اپنی ثقافت و تہذیب کے تقاضوں کو پورا کر سکیں گے۔ مسلمان اور ہندو ہند کی دو بڑی قومیں ہیں جو ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔''

یہ ہے دو قومی نظریہ کہ مسلمان ہندوؤں کے ساتھ مل کر ایک قوم کی حیثیت سے ایک ملک میں نہیں رہ سکتے یہی وہ مطالبہ تھا جو پاکستان کی بنیاد بنا۔ اگر غور کیا جائے تو ہر اعتبار سے ہم ہندو سے مختلف ہیں۔ ہمارا اپنا عقیدہ، ہماری اپنی رسومات، ہمارا اپنا طرزِ زندگی، ہمارا قانون، ہمارا اپنا مذہب، ہمارا اپنا دین گویا مسلمانوں کے عظیم رہنما قائداعظم کا برملا کہنا تھا کہ ہم ہر اعتبار سے الگ ہیں۔ ہم ہندو کے ساتھ ایک قوم کی حیثیت سے نہیں رہ سکتے۔ یہی دو قومی نظریہ تھا جو پاکستان کے قیام کی بنیاد بنا۔

فروری 1948ء میں امریکہ کے عوام سے خطاب کرتے ہوئے بانیٔ پاکستان نے فرمایا:

''مجھے اس بات کا تو علم نہیں کہ دستور کی حتمی شکل کیا ہو گی لیکن مجھے اس امر کا یقین ہے کہ یہ جمہوری نوعیت کا ہوگا۔ جس میں اسلام کے لازمی اصول شامل ہوں گے۔ آج ان کا اطلاق عملی زندگی میں ویسے ہی ہو سکتا ہے جیسے کہ 13 سو برس پہلے ہو سکتا تھا۔ اسلام نے ہر شخص کے ساتھ عدل و انصاف کی تعلیم دی ہے ہم ان شاندار روایات کے وارث ہیں۔ اور پاکستان کے آئندہ دستور کے مرتّبین کی حیثیت سے ہم اپنی ذمّہ داریوں اور فرائض سے باخبر ہیں''۔

6 مارچ 1946ء کو فرماتے ہیں:

''ہمیں قرآن پاک اور حدیث شریف اور اسلامی روایات کی طرف رجوع کرنا ہوگا جن میں ہمارے لئے مکمل رہنمائی ہے۔ اگر ہم ان کی صحیح رہنمائی اور قرآن پاک پر عمل پیرا ہوں''

یہاں قائداعظم محمد علی جناح کی تقاریر کی چند سرخیاں پیش خدمت ہیں

6 جون 1938ء ''مسلم لیگ کا جھنڈا نبی اکرم ﷺ کا جھنڈا ہے''۔

22 نومبر 1938ء ''اسلام کا قانون دنیا کا بہترین قانون ہے''۔

18 اپریل 1938ء ''اسٹار آف انڈیا' ملت اسلامیہ' عالمی ہے''۔

7 ؍اگست 1938ء ''میں اوّل و آخر مسلمان ہوں''۔

9 نومبر 1938ء ''مغربی جمہوریت کی نقائص''۔

14 نومبر 1935ء ''انسان خلیفۃ اللہ ہے''۔

ٹائمز آف لندن 9 مارچ 1940ء ''ہندو اور مسلمان دو جداگانہ قومیں ہیں''۔

26 مارچ 1940ء ''میرا پیغام قرآن ہے''۔

29 مارچ 1940ء کی تقریر سول اینڈ ملٹری لاہور میں شائع ہوئی جس کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

''مسٹر جناح نے غیر مسلم اقلیتوں کو یقین دلایا کہ اگر پاکستان قائم ہوگیا تو ان کے ساتھ رواداری، انصاف اور فیاضی کا سلوک کیا جائے گا۔ اقلیتوں کے یہ حقوق خود قرآن نے دیے ہیں اور مسلمانوں کی تاریخ ان کو یہی سبق سکھاتی ہے۔ البتہ چند استثنائی صورتوں میں ممکن ہے کہ بعض افراد سے بدسلوکی کی گئی ہو''۔

11 ؍اگست 1947ء کی تقریر کا صرف ایک جملہ جسے سیکولر ذہن رکھنے والے دانشوروں نے سیکولرزم کی بنیاد قرار دے دیا اور جسٹس منیر نے تو اس پر پوری کتاب لکھ دی۔ حالانکہ اس جملے کا بھی صرف 5 فیصد حصہ ایسا ہے جس کی مختلف تعبیرات کی گئی ہیں اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ قائداعظم پاکستان کو ایک سیکولر ریاست بنانا چاہتے تھے۔ طوالت کی

خاطر اس وقت اس کی اصل تعبیر میں نہیں جایا جاسکتا۔

25 جنوری 1948ء کو کراچی بار ایسوسی ایشن سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظم نے دوٹوک انداز میں فرمایا:

''اسلامی اصول آج بھی ہماری زندگی کے لیے اسی طرح قابل عمل ہیں جس طرح تیرہ سو سال پہلے قابل عمل تھے۔ میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ لوگوں کا ایک گروہ جان بوجھ کر فتنہ اندازی کے خاطر یہ بات کیوں پھیلانا چاہتا ہے کہ پاکستان کا آئین شریعت کی بنیاد پر مدوّن نہیں ہوگا''

وفات سے دو تین دن پہلے پروفیسر ڈاکٹر ریاض علی شاہ سے قائداعظم نے فرمایا:

''تم جانتے ہو کہ جب مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ پاکستان بن چکا ہے تو میری روح کو کس قدر اطمینان ہوتا ہے۔ یہ مشکل کام تھا اور میں اکیلا اسے کبھی نہ کرسکتا تھا۔ میرا ایمان ہے کہ یہ رسولؐ خدا کا روحانی فیض ہے کہ پاکستان وجود میں آیا۔ اب یہ پاکستانیوں کا فرض ہے کہ وہ اسے خلافت راشدہ کا نمونہ بنائیں۔ تاکہ خدا اپنا وعدہ پورا کرے اور مسلمانوں کو زمین کی بادشاہت ملے'' (اشارہ ہے سورہ النور کی آیت 55 کی طرف) بحوالہ روزنامہ جنگ 11 ستمبر 1988ء

1946ء میں برطانیہ کی پارلیمنٹ کا ایک دس رکنی وفد رابرٹ رچرڈ کی قیادت میں ہندوستان آیا تھا۔ اس کے ایک رکن سورن سن (Sorensun) نے واپس جاکر My Impression of India کے نام سے کتاب لکھی۔ اس میں وہ قائداعظم کے متعلق لکھتے ہیں

"Mr Jinna is the sword of Islam resting in a secular Scabbard"

یعنی مسٹر جناح اسلام کی تلوار ہے البتہ جس نیام میں وہ تلوار ہے اس میں سیکولر رنگ موجود ہے۔

قائداعظم نے پاکستان بنایا اور ان کے دست راست لیاقت علی خان نے ان کے انتقال کے چند ماہ بعد دستور ساز اسمبلی سے قرارداد مقاصد منظور کرا کر پاکستان میں خلافت کی بنیاد رکھ لی۔ جواب ہمارے دستور کا ارٹیکل 2A ہے۔

اب اتنی ثقیل اور مؤکد تاریخی حقائق کو کیسے جھٹلایا جاسکتا ہے اور پوچھا جاسکتا ہے کہ

نظریۂ پاکستان کی تشریح کیا ہے؟ مضمون نگار کے دیگر نکات پر طوالت سے بچنے کے لیے مختصراً چند الفاظ پر ہی اکتفا کیا جائے تو بہتر ہے۔ فاضل مضمون نگار کے مرکزی موضوع پر تفصیل سے بات سامنے آ گئی۔ بعض ضمنی چیزیں ہیں جن پر مختصراً اشارات پر اکتفا کیا جانا چاہیے۔

☆ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ: یہ تو فاضل مضمون نگار بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مولانا موصوف نے پاکستان کے قیام کی جدوجہد میں ساتھ دیا۔ (مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کوئی معمولی شخصیت نہیں تھے۔)

☆ مولانا مودودیؒ کے موقف کا تو مضمون نگار خود توثیق کرتا ہے۔ یہ کہ مولانا کو برائے نام مسلمانوں کی حکومت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ جیسا کہ مولانا موصوف کا یہ جملہ نقل کیا گیا ہے ''میرے لئے بنیادی سوال یہ ہے کہ آیا آپ کے اس پاکستان میں حکومت کی بنیاد'' خدا کی حاکمیّت پر ہوگی؟..............وغیرہ

☆ تھیوکریسی کے متعلق قائداعظم کا فرمان: کالم نگار نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ قائداعظم کسی پاپائیت اور مُلّا اِزم کے قائل نہیں تھے۔ ان کا تصوّر ایک ایسے پاکستان کا تھا جس میں حاکمیّت اللہ کی ہو (مُلّا کی نہیں بلکہ قرآن وسنتؐ کی) جس میں انصاف کے تقاضے پورے ہو رہے ہوں اور وہ ایک مکمل اسلامی فلاحی ریاست ہو۔

☆ یہ بات بالکل صحیح ہے جو مولانا مودودیؒ نے فرمائی کہ قرآن شریف نے کسی خاص طرز حکومت کی ہدایت نہیں دی ہے۔ قرآن نے اصول دیے ہیں اور انہی اصولوں پر ایک اجتماعی نظام برپا کرنا مسلمانوں کا کام ہے جس کی رو سے حاکمیّت اعلیٰ اللہ کی، حکومت اور اقتدار اللہ کی امانت ہے۔ اور یہ نظام سماجی انصاف، حریت اور مساوات کی مکمل گارنٹی دیتا ہے۔

☆ مولانا شبلی کا جو حوالہ دیا گیا ہے وہ بھی یہی ہے جو بنیادی احکام قرآن وسنت میں واضح دیے گئے ہیں۔ مثلاً طلاق، وراثت، وغیرہ ان میں آپ کوئی تصرف نہیں کر سکتے۔ جہاں واضح احکام موجود نہیں وہاں ''اَمۡرُهُمۡ شُوۡرٰى بَيۡنَهُمۡ'' کے اصول کو سامنے رکھ کر اسلامی ریاست اپنا کام جاری رکھ سکتی ہے مگر یہ چیزیں بھی اصولی طور پر قرآن وسنت کے تحت ہوں گی۔ اسلام میں جمہوریت کا یہی مطلب ہے۔ مادر پدر آزاد جمہوریت نہیں۔

☆ مولانا حسین احمد مدنیؒ نے یقیناً قیامِ پاکستان کی مخالفت کی تھی تاہم ان کی مخالفت کسی

تعصب اور اسلام دشمنی پر نہیں بلکہ ان کے اپنے دلائل کی بنیاد پر تھی۔ ان کے نزدیک قائداعظم کوئی مذہبی لیڈر نہیں تھے اور ان کے بنائے ہوئے پاکستان میں اسلام کا نام بدنام ہونے یا سیکولر نظام آنے کا خوف تھا۔ اگر قائداعظم کا مدّعا سیکولر پاکستان ہی تھا تو ہندو کو مخالفت کی کیا ضرورت تھی یورپ میں درجنوں ریاستیں ساتھ ساتھ سوشلسٹ اور جمہوری انداز میں زندہ ہیں۔ ہندو کو تو اس بات کی تائید کرنا چاہیے تھی۔ استخلاص وطن اور دین اسلام کے لیے ان کی بڑی خدمات ہیں اور وہ مسلمانوں کے بڑے محسن ہیں۔

☆ مضمون نگار نے اپنے مضمون کے آخر میں مانا ہے کہ قائداعظم اور لیاقت علی خان کا نظریہ ہی نظریۂ پاکستان ہے تو ان دو بانیانِ پاکستان کا نظریہ تفصیلات کے ساتھ ان کے بیانات میں اوپر واضح ہو چکا ہے جو صرف اور صرف اسلام، اسلامی نظام اور قرآن وسنت ہی ہے۔ فاضل مضمون نگار کی اس آرزو پر کہ ''حکومت سے گزارش ہے کہ ضابطہ اخلاق سے نظریۂ پاکستان کا لفظ نکال دیا جائے'' پر ماتم ہی کیا جا سکتا ہے کہ یہ آئین کے آرٹیکل 2 کی صریحاً خلاف ورزی ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ خود مسلمانوں کے بعض فعال عناصر تقسیم ہند ہی کے خلاف تھے جن میں اہم ترین مولانا ابوالکلام آزاد کی زیر قیادت کانگرسی مسلمان اور مولانا حسین احمد مدنیؒ کی سرکردگی میں جمعیت العلماء ہند اور ان کے متوسّلین اور معتقدین تھے۔ اس کے علاوہ پنجاب میں مجلس احرار اور سرحد میں خدائی خدمت گار بھی تقسیم کے خلاف تھا۔ دوسری طرف ہندو جو اکثریت میں تھے اور اکھنڈ بھارت پر مر مٹنے کے لیے تیار تھے اور گاندھی جی نے قسم کھائی تھی کہ تقسیم اس کی لاش پر بنے گی۔ تاہم اللہ نے پاکستان بنایا۔

مضمون نگار کے مضمون سے قاری کے ذہن میں علمائے کرام کے متعلق بہت سے اشکالات پیدا ہوتے ہیں کہ وہ پاکستان اور ایسی کسی مملکت کے خلاف تھے جس کی بنیاد نظریۂ اسلام اور شریعت پر ہو، ان میں خصوصی ذکر مولانا آزاد کے متعلق ہے۔ تو کیا خیال ہے 1912ء سے 1920ء تک کا ابوالکلام الہلال اور ابلاغ کے ذریعے کس چیز کی دعوت دے رہے تھے اور انھوں نے حزب اللہ کیوں قائم کی تھی؟ نیز مولانا ابوالکلام آزاد کا ہی تاریخی جملہ ہے جو انھوں نے پاکستان کے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ ''بھائی جب مسجد کی تعمیر (باقی برصفحہ 05)

زیرِ غور ہو تو اس میں اختلاف ہوسکتا ہے لیکن جب مسجد ایک دفعہ تعمیر ہو جائے پھر اس کی حفاظت ہر مسلمان کا فرض بن جاتا ہے"۔

ہمیں یہ جاننا ہوگا کہ 19 ویں صدی کی دو عظیم تحریکیں یعنی تحریک شہیدین تھی جو مسلمانوں کی تحریک تھی اور اس کا اصل مقصد اعلائے کلمۃ اللہ اور قیامِ حکومت الٰہیہ و نظام شرعیہ تھی۔ اگر وہ کامیاب ہو جاتی تو ایک "اسلامی پاکستان" ہی وجود میں آ جاتا۔ جبکہ دوسری تحریک یعنی 1857ء کا جہاد آزادی (انگریزوں کے بقول غدر) ہندوؤں اور مسلمانوں کی مشترکہ تحریک تھی اور اس کا اصل مقصد آزادی وطن تھا۔ البتہ اس میں جن علماء نے حصہ لیا ان کے پیش نظر مقدم الذکر مقصد بھی تھا۔

آخر میں اتنا عرض ہے کہ نظریۂ پاکستان سے عملی روگردانی کر کے ہم نے قومی زندگی کے 24 ویں سال پر ایک بازو گنوایا۔ اب بقیہ پاکستان میں ہم نے اصل نظریہ کی طرف رجوع نہ کیا اور اسے عملی طور پر ملت اسلامیہ پاکستان کا لائحۂ عمل نہ بنایا تو خاکم بدہن بقیہ پاکستان کے لیے باقی رہنے کی کوئی بنیاد باقی نہیں رہ جائے گی، کیونکہ ہمارا کوئی دوسرا جوازِ وجود ہے ہی نہیں۔

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر      خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولؐ ہاشمی

(علامہ اقبالؒ)

# پاکستانی معیشت دشمنوں کے نرغے میں

رضی الدین سیّد ، کراچی

پاکستان میں پٹرول، ڈیزل، بجلی، گیس اور دیگر اشیائے صرف کی قیمتوں میں تباہ کن مسلسل اضافہ اور حد سے بڑھتی ہوئی لوڈ شیڈنگ وغیرہ جیسے معاملات کوئی معمولی بات نہیں ہیں۔ گہری نظر سے دیکھا جائے تو اس کے پیچھے کوئی اور ہی کہانی پوشیدہ لگتی ہے۔ واحد مسلم ایٹمی قوت جس کے پیچھے ساری عیسائی، یہودی، اور ہندو دنیا پڑی ہوئی ہے، ہوسکتا ہے کہ ان کے اہداف میں سے ایک ہماری معیشت کو کلی طور پر تباہ و برباد کر دینا بھی ہو۔ یہ قومیں ہماری معیشت کو شاید اس آخری درجے تک لے جانا چاہتی ہوں جہاں سسک سسک کر وہ بالآخر دم ہی توڑ دے۔ حالات کی سنگینی اب اس آخری حد تک پہنچ چکی ہے کہ صنعت وتجارت کی تمام چھوٹی بڑی تنظیمیں تک مسلسل چیخ اُٹھی ہیں کہ ہولناک شرحِ بجلی، طویل لوڈ شیڈنگ، اور خطرناک بھتہ مافیا کے باعث ان کے لئے ملک میں صنعت وکاروبار کا جاری رکھنا ناممکن ہوگیا ہے، اور کارخانوں کو تالا لگانے کے سوا اب کوئی اور چارہ کار نہیں رہ گیا ہے۔ پاکستان کے وزرائے صنعت وخزانہ، صنعت وتجارت کے مالکان کو اکثر و بیشتر نصیحت فرماتے رہتے ہیں کہ پاکستان کا توازنِ ادائیگی درست حالت میں نہیں ہے، اس لئے انہیں اسے درست کرنے کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ وہ کہتے ہیں کہ ملک کی برآمدات میں اضافہ کیے بغیر بیلنس آف ٹریڈ ٹھیک کرنا ممکن نہیں ہے۔ بے شک یہ ایک درست نصیحت ہے کیونکہ تازہ ترین اعداد وشمار کے مطابق پاکستان کی برآمدات اس کی درآمدات کے حجم

سے دس ارب ڈالر سے بھی زیادہ پیچھے ہیں۔ لیکن دکھ کی بات یہ ہے کہ اتنی اہم ذمے داریوں پر فائز ان اعلیٰ شخصیات کو بھی پتہ نہیں ہے، یا شاید تجاہلِ عارفانہ سے کام لینا انہیں زیادہ راس آتا ہے، کہ صنعت کاروں کو جب پیداواری لاگت ہی پر قابو حاصل نہ ہوگا، اور دوسرے ممالک میں یہی اشیاء سستی لاگت پر تیار ہو رہی ہوں گی، تو عالمی مارکیٹ میں ان کے ساتھ وہ مسابقت کیسے کر سکیں گے؟ حال یہ ہے کہ ملک میں بجلی، گیس، پیٹرول، اور نقل وحمل سمیت کسی چیز کی قیمت میں بھی آج ٹھہراؤ نہیں ہے۔ قیمتوں کا بڑھنا ویسے تو ایک فطری عمل ہے اور ہر ملک کو اس کا سامنا کرنا ہی پڑتا ہے، لیکن تباہ کن طور پر جس طرح ہمارے ہاں بلا روک ٹوک مہنگائی کو فروغ پانے کی اجازت دی گئی ہے، اس کے باعث کاروباری طبقے کو یہی پریشانی ہر وقت درپیش رہتی ہے کہ تجویز کردہ (quote کی ہوئی) ان کی قیمتیں، اشیاء کے برآمد کیے جانے تک اس سطح پر برقرار بھی رہ سکیں گی یا نہیں؟ اور بیرونی خریدار اس وقت تک اس خریداری پر آمادہ رہ بھی سکیں گے یا نہیں؟ یوٹیلیٹی سروسز اور فیول کی قیمتوں میں اندھا دھند اور نہ رکنے والے ان اضافوں کے باعث آج مارکیٹ کا ہر فرد جس طرح غیر یقینی کا شکار ہے، اس کے تحت یہ بات طے ہے کہ ایک مضبوط معیشت اس سے ہرگز جنم نہیں لے سکتی؟ ہماری، موجودہ صنعت وتجارت بدقسمتی سے اس وقت چوطرفہ دباؤ کا شکار ہے۔ اگر ایک طرف مہنگائی، لوڈ شیڈنگ، روپے کی گرتی ہوئی قدر، ٹیکسوں کی بھرمار، اور ان سب پر مستزاد صنعت کاروں کے اِغوا اور بھتوں کی غنڈہ گردانہ طلبی کے بھرمار کی فضا ہے تو دوسری جانب اندرونِ ملک اعتماد سے عاری قیادت اور امن وامان کی ناقابلِ بیان صورتِ حال ہے۔ لیکن اچنبھے کی بات یہ ہے کہ ان سب کے باوجود حالات کو درست کرنے کی طرف کسی ذمے دار فرد کی توجہ بھی نہیں ہے۔ مملکت میں جو بھی فرد وزیرِ خزانہ آتا ہے، پیٹرول، بجلی اور نقل وحمل کے کرایوں میں اضافے کیے بغیر وہ اپنی وزارت چلا ہی نہیں پاتا۔ مزید اچنبھا، گلی کے ایک عام آدمی سے لے کر چوٹی کے صنعت کاروں تک، سب کو یہ بھی ہوتا ہے کہ جب بھارت اور بنگلہ دیش کی حکومتیں اپنے عوام اور صنعت کاروں کو اس بحران سے نکلنے کے لئے از خود سبسڈی دے رہی ہیں، تو ہماری حکومتیں اس معاملے میں سنگ دلی کا شکار کیوں رہتی ہیں؟ قدرتی گیس جو کلی طور پر پاکستان کی اپنی پیداوار ہے اور اس پر کسی بھی قسم کا زرِ مبادلہ صرف نہیں ہوتا، لیکن اس کے باوجود اس کی قیمتوں میں

نہ رُکنے والے مسلسل اضافے کیے جا رہے ہیں۔ ابھی چند دن قبل ہی گیس کی قیمتوں میں ۳۴ فیصد مزید اضافے کی سفارش بھیجی گئی ہے۔ خدشہ ہے کہ اضافے سے حاصل شدہ اس خطیر رقم کے بیشتر حصے کو ۲۱ تا ۲۳ گریڈ کے افسران اور وزراء کے مشاہروں اور دیگر مالی فوائد میں اضافے کے لئے ہی استعمال کیا جائے گا، جیسا کہ ہماری تاریخ یہ سب کچھ ہمیں بتاتی چلی آ رہی ہے۔ دوسری طرف گیس کی گھریلو و صنعتی دو اور تین روزہ لوڈ شیڈنگ بھی شروع کر دی گئی ہے تا کہ معیشت کو جھٹکا لگنے میں اگر کہیں کوئی محرومی رہ گئی ہو تو وہ بھی باقی نہ رہ جائے۔

آج سے چند برسوں قبل ہم نے اسٹیٹ بینک کے سابق گورنر ڈاکٹر عشرت حسین سے ایک ملاقات میں ان کی توجہ اس طرف دلائی تھی کہ بجلی اور پیٹرولیم کی قیمتوں میں ہونے والے ہر روز کے اضافے سے ہماری صنعتی و زرعی پیداوار کی لاگت کیسے ٹھیک طور پر متعین ہو سکے گی اور ہمارے برآمد کنندگان کیسے فیصلہ کر سکیں گے کہ درآمدی ممالک کو وہ آخر کون سی قیمت 'کوٹ' کریں؟ لیکن بدقسمتی سے اس سطح پر بھی ہمیں اس کا کوئی تشفی بخش جواب نہیں مل سکا تھا۔ ڈاکٹر صاحب ہی نے اُس دور میں ہمیں اپنا ایک کتابچہ بھی عنایت فرمایا تھا جس کا عنوان تھا Why should we quit the IMF۔ لیکن سال ڈیڑھ سال بعد پھر تمام حکومتی ذمے داران دوبارہ اسی 'آئی ایم ایف' سے رجوع کرنے کے لئے بھاگ دوڑ کر رہے تھے، جو ہمارے لئے سخت حیرت کا باعث بنا تھا۔ پاکستان میں نہ صرف یہ کہ ہر طرف 'اندھیر' مچی ہوئی ہے بلکہ 'گھُپ اندھیرے' نے بھی اسے شکنجے میں کسا ہوا ہے۔ کمپنیوں کے صدر دفاتر ہی جب اندھیروں میں ڈوبے ہوئے ہوں، کارخانوں کی چمنیاں ہی جب رک رک کر دھواں اُگل رہی ہوں اور مختلف خطرات اس سارے عمل میں سامنے موجود ہوں، تو مصنوعات و خدمات کا اعلیٰ معیار کہاں تک برقرار رکھا جا سکتا ہے؟۔ دن بھر چھ چھ اور آٹھ آٹھ گھنٹے کی ایندھن کی بنیادی لوڈ شیڈنگ کے بعد کارخانوں کے پہیوں اور صنعتوں کی چمنیوں کے چلنے کا پھر بھلا کیا جواز باقی رہ جاتا ہے؟ شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں کہ آیا واقعی یہ لوڈ شیڈنگ ہے یا اس کے پردے میں فیکٹریوں کا ''شٹ ڈاؤن'' کیا جا رہا ہے!۔ حد یہ ہے کہ سردیوں میں بھی، جبکہ بجلی کے استعمال میں بچت بہت بڑھ جاتی ہے، بجلی کی لوڈ شیڈنگ بدستور جاری رہتی ہے جس کی کوئی منطق آج

تک کسی کی سمجھ میں نہیں آسکی ہے۔

زراعت جو ہماری خوشحالی کی جڑ/بنیاد ہے اور جس کے باعث ہماری زمینیں ہمیشہ سے سونا اُگلتی رہی ہیں، انجانے ہاتھوں کے ذریعے اسے بھی مسلسل پیچھے دھکیلا جارہا ہے۔ ورنہ ایسا کیسے ہوسکتا تھا کہ ۶۴ سالوں کے سفر کے بعد بھی ہماری فصلیں ۱۹۵۰ء اور ۱۹۷۰ء کی زرعی پیداوار سے آگے جانے کی بجائے پیچھے چلی جائیں؟ وہ ملک جو بیشتر غذائی اجناس میں قابلِ رشک حد تک خود کفیل ہوتا تھا، آج بنیادی غذائی اشیاء کے لئے بھی باہر کی درآمدات کا محتاج ٹھہرا ہے۔ چینی، گندم، چاول، خوردنی تیل، مرچیں اور کپاس وغیرہ سب کچھ باہر سے آرہے ہیں۔ درآمدات کے ان خواہ مخواہ کے اضافوں سے نصیحت کردہ معاشی توازنِ تجارت، وتوازنِ ادائیگی آخر کیسے درست ہوسکتا ہے؟ اور اس کا مطلب ملکی زرِمبادلہ کے ڈرین آؤٹ کے سوا اور کیا نکلتا ہے؟ پھلتی پھولتی زراعت کے لئے بجلی اور پانی لازم وملزوم عناصر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بجلی نہیں ہوگی، بجلی کی قیمت زمینداروں کی پہنچ سے بہت آگے نکل جائے گی، تو ان کے ٹیوب ویل پانی آخر کیسے پھینکیں گے؟ اور ان کی زرعی برقی مشینیں حرکت میں آخر کیسے آئیں گی؟۔ چنانچہ ان سب کمزوریوں کا مجموعی نتیجہ، کم اور ناقص زرعی پیداوار کی صورت میں نکلے گا۔ اگرچہ متبادل طور پر اب زمینداروں نے جنریٹر کا استعمال بھی شروع کردیا ہے، لیکن جنریٹرز کا مسلسل استعمال کوئی قابلِ قبول حل کہاں بن سکتا ہے؟ کیونکہ اس سے پیداواری لاگت براہِ راست متأثر ہوتی ہے۔

ہماری دشمن قوتوں نے شاید اب یکسو ہوکر طے کرلیا ہے کہ اس خوبصورت ملک کو ہدف بنا کر بالکل تباہ ہی کردینا چاہیئے۔ یقیناً اس ضمن میں وہ کئی زاویوں سے کام کررہے ہوں گے جن میں سے ایک، ملکی معیشت کو تباہی کے دہانے پر پہنچادینا بھی ہوگا۔ خفیہ سازشوں کے لئے صہیونی قائدین، دنیا بھر میں ویسے ہی معروف ومشہور ہیں۔ پس منظر کا اگر ایماندارانہ تجزیہ کیا جائے تو پھر کسی بھی امکانی پہلو کو نظرانداز نہیں کیا جانا چاہیئے۔ سو فیصد رعایت دیتے ہوئے اگر ہم اپنی حکومتوں کو اس کھیل کے دانستہ کردار سے بری ءالذمہ کر بھی دیں، تب بھی خواہی نہ خواہی، ان کے اٹھائے گئے تمام اقدامات سازش کاروں کے حق ہی میں جاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

قارئین کو یاد ہوگا کہ کچھ عرصے قبل ہمارے دشمنوں نے ملک میں برڈ فلو (Bird Flu)

کا ایک ہوا اچانک کھڑا کر دیا تھا جس کے باعث ہماری دیرینہ صنعتِ مرغبانی تباہی کے دہانے پر پہنچا دی گئی تھی اور نتیجہ جس کا ملک کے بے شمار لوگوں کی بیروزگاری اور کئی مرغبان حضرات کے جائیدادوں کی قرقی کی شکل میں نکلا تھا۔ حالت یہ ہوگئی تھی کہ شہر لاہور میں مالکان نے ہزاروں کی تعداد میں ایک ایک دن کے چوزیوں کو مرنے کے لیے احتجاجاً سڑکوں پر چھوڑ دیا تھا۔ اس زمانے میں بھی اپنے مضامین کے ذریعے ہم نے اس مصنوعی (Fake) بیماری اور نظر نہ آنے والی پس پردہ یہودی سازشوں کے خلاف کافی کچھ لکھا تھا۔ لیکن برڈ فلو کی سازش کامیاب ٹھہری تھی اور مرغبانی کا شعبہ برباد کر دیا گیا تھا۔ کسی خوشحال ملک پر دشمن قوتیں کس طرح قبضہ کرتی ہیں، اس کے بعض حیران کن انکشافات ایک معروف انگریزی کتاب "Pawns in the Game" مصنفہ ولیم گائی کار میں پیش کیے گئے ہیں۔ ان انکشافات میں سے بعض حقائق کا مطالعہ ہماری اپنی معیشت کی بربادی کی تشخیص کے لئے آج بہت اہمیت کا حامل ہوگا۔ گائی کار لکھتا ہے:

> ''انقلاب فرانس کے پیچھے بھی یہی صہیونی تھے۔ انقلاب کے وقوع پذیر ہونے سے قبل تک رونما ہونے والے واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۶۹۸ء اور ۱۸۱۵ء کے درمیان برطانیہ کا قومی قرضہ اٹھاسی کروڑ پچاسی لاکھ پاؤنڈ تک پہنچ چکا تھا جبکہ ۱۹۴۵ء تک پہنچتے پہنچتے یہ رقم کائناتی لحاظ سے وسیع، بائیس ارب پچاس کروڑ پینتیس لاکھ بتیس ہزار تین سو بہتر پاؤنڈز، تک داخل ہوگئی تھی۔ لیکن اس کے محض ایک سال بعد ۴۵۔۱۹۴۶ء میں اس کے محض Carrying Charges (سود کی رقم) ہی چوالیس کروڑ چون لاکھ چھیالیس ہزار دو سو اکتالیس پاؤنڈز تھی۔ صورتِ حال پر تبصرہ کرتے ہوئے آئر لینڈ کے ایک ماہر معیشت نے کہہ دیا تھا کہ 'صرف یہود حاوی کوئی تنظیم ہی اس طرح کے بھیانک odd چارجز پر اصرار کر سکتی ہے۔'' (مذکورہ کتاب باب دوئم)

آگے چل کر یہی مصنف ولیم گائی کار صہیونیوں کے خفیہ منصوبے کو بے نقاب کرتے ہوئے مزید لکھتا ہے:

> ''اپنے دلائل کے لئے عقل و منطق کا سہارا لیتے ہوئے، 'مائر روتھ شیلڈ' نے واضح کیا تھا

کہ فرانسیسی انقلاب سے حاصل ہونے والے ان مالی ’انعامات Odd charges کے مقابلے میں برطانوی انقلاب کے [معمولی] مالی نتائج کی حیثیت کچھ بھی نہیں ہے‘‘

(جو صاحبان صیہونیت کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں انہیں اس ارب پتی صیہونی خاندان Rothshield کی سازشوں کے بارے میں خوب آگاہی ہوگی)۔ کا روضاحت کرتا ہے کہ

’’روتھ شیلڈ نے خفیہ منصوبے سے پردہ ہٹاتے ہوئے کہا کہ ’ہماری ذاتی و اجتماعی دولت کا عیارانہ استعمال ان (فرانسیسیوں) کے لئے ایسی خراب معاشی صورتِ حال پیدا کرنے کا سبب بن جائے گا جس میں عوام الناس بھوک، افلاس، اور بے روزگاری کے باعث قحط کی سی صورتِ حال سے دوچار ہو جائیں گے‘‘۔ (باب ۳۔ عنوان۔ ’وہ لوگ جنہوں نے انقلابِ فرانس برپا کیا‘)۔

ایک اور موقع پر اسی کتاب Pawns in the Game میں بیان کیا گیا ہے کہ عیسائی مؤرخ ’’ایڈورڈ گبن (۱۷۹۴ء تا ۱۷۳۷ء) نے سودخوروں اور یہودی کاروباریوں کے ان غالب تباہ کن اثرات کا تفصیلی جائزہ لیتے ہوئے ’سلطنتِ روما کے زوال اور انہدام‘ کے لئے انہی طبقوں کو موردِ الزام ٹھہرایا ہے۔ گبن نے فیرو کی بیوی پوپائے کے اس کردار کا خاصی تفصیل سے جائزہ لیا ہے جو اس نے وہاں ایک ایسے ماحول کو جنم دینے میں ادا کیا تھا جس کے نشے میں چور ہو کر رومی رعایا خراماں خراماں اپنی بربادی کی جانب چلتی چلی جا رہی تھی۔ جائز و ناجائز ہر قسم کے کاروبار و تجارت کا یہودی غلبہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا گیا تھا اور دور و نزدیک اس حد تک پھیل گیا تھا کہ آخر کار ہر یوروپی ریاست کی معیشت کم و بیش انہی کے ہاتھوں میں قید ہو کر رہ گئی تھی‘‘ (باب سوئم)

صیہونی سازشوں کی مزید وضاحت کرتے ہوئے مذکورہ کتاب (ترجمہ ’’بساطِ عالم کے مُہرے۔ ترجمہ راقم) میں وہ بیان کرتا ہے کہ مایر روتھ شیلڈ نے صنعتکاروں کے ایک گروپ کو ہدایات دیتے ہوئے کہا کہ اپنے اپنے ممالک میں انہیں کساد بازاری اور معاشی بے چینی پیدا کرنے کی طرف بھی توجہ دینی چاہئے۔ ’’وہ قوت جو ہمیں حاصل ہے‘‘

اس نے کہا، ’’اور جس کے تحت ہم غذائی بحران پیدا کر دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں،

اس کی وجہ سے ہم جبری بے روزگاری اور بھوک عوام پر مسلط کر دیں گے۔ جبکہ دوسری جانب ہماری یہ قوت اپنے سرمائے کو ایک لازمی اقتدار کا حق بھی دلا سکے گی۔ ایک ایسا اقتدار جو اصل حکمرانوں کو سرمایہ فراہم کرنے اور شاہی فرمان جاری کرنے کے باوجود حاصل نہیں ہوسکتا''۔ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے روتھ شیلڈ انہیں ایک نئی اصطلاح ''ہجومی نفسیات'' استعمال کرنے کا بھی مشورہ دیتا ہے۔ ''ہجوم کی قوت اندھی، بے شعور، اور عقل سے عاری ہوتی ہے۔ اور جس لمحے عوام الناس آزادی کو اپنے ہاتھوں میں لے لیتے ہیں، اسی لمحے یہ آزادی، نراجیت (لاقانونیت) میں تبدیل ہوجاتی ہے''۔ (باب۔ انقلابِ فرانس)۔

امریکہ کا نامور صنعتکار ہینری فورڈ بھی اسی طرح اپنی معروف کتاب ''دی انٹرنیشنل جیو'' میں رقم طراز ہے کہ ''اشیاء کی مصنوعی قلت پیدا کرنے اور ان کی قیمتیں بڑھانے کا طریقہ یہودی خوب جانتے ہیں جبکہ اس حربے کو وہ انقلابِ فرانس اور انقلابِ روس کے دوران استعمال بھی کر چکے ہیں۔'' نامناسب نہ ہوگا اگر اس ضمن میں معروف کتاب ''یہودی پروٹوکولز'' پر بھی ایک نظر ڈال لی جائے جس کی دستاویز (پرٹوکولز) نمبر۳ میں کہا گیا ہے کہ ''ہم ایک عالمی معاشی بحران پیدا کریں گے اور پھر یکے بعد دیگرے تمام ممالک میں ساری مزدور قوت کو سڑکوں پر لے آئیں گے۔ پھر ان پاگل عوام کے حملوں سے فضا میں ہر چیز بکھرتی اور ٹکڑے ٹکڑے ہوتی نظر آئے گی''۔

ملک کے مخلصین سے ہم سوال کریں گے کہ کیا بیان کردہ انکشافات خوفناک نہیں ہیں اور کیا مذکورہ شہادتیں ایسی نہیں ہیں کہ ان پر سنجیدگی سے تدبر کر لیا جائے؟ کیا درج شدہ ان حقائق کی روشنی میں پاکستان کی جاری معاشی صورتِ حال اور ملک پر مسلط کردہ ہر دو قسم کی لوڈ شیڈنگ کو خاص اہمیت کے ساتھ نہیں دیکھا جانا چاہئے؟۔ صاف نظر آ رہا ہے کہ فرانس اور روس کی مانند یہاں بھی ہر چیز کو فضا میں بکھیر کر ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دینے کی سازش تیار کی جارہی ہے تاکہ مسلم ایٹمی قوت پاکستان پھر بس محض نیپال یا بھوٹان کی مانند ایک بے ضرر سی ریاست بن کے رہ جائے۔ یاد رکھنے کی بات ہے کہ کوئی بھی ملک دنیا میں صرف اس وقت تک ہی مضبوط گنا جاسکتا ہے جب تک کہ وہ معاشی لحاظ سے بھی مضبوط تر نظر آتا رہے۔ ایک ایسی صورتِ احوال میں جبکہ ملک نہ جانے کب سے اندھیر کا شکار ہو، کارخانے باہر منتقل ہو رہے ہوں، زمیندار سر پکڑے بیٹھے

ہوں، اور امن و امان کی صورتِ حال افریقہ کے کسی بھی چھوٹے سے ملک کی مانند ہو جائے، تو اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ملک کس قدر خطرناک مرحلے سے دوچار نہیں ہو رہا ہوگا!۔ بپھرتی ہوئی طوفانی موجیں اسے (نعوذ باللہ) غرقاب کر دینے کے لئے کب سے بے چین دکھائی دے رہی ہیں!۔کون انکار کر سکتا ہے کہ یہ باہر کی ڈکٹیٹ کردہ معاشی پالیسیاں ہی ہیں جن کے باعث آج ہم اس افسوسناک دوراہے پر پہنچے ہیں۔صنعت و کاروبار کو تو فروغ تب ہی حاصل ہو سکتا ہے جب کہ معاشی پالیسیاں حوصلہ افزا ہوں اور ملک کی سیاسی فضا پر امن نظر آئے۔تاہم اس پر قابو پانے کے جو نسخے ہمارے معاشی مینیجرز آزماتے رہے ہیں، بد قسمتی سے ان کے باعث نتائج مثبت نکلنے کے بجائے، منفی نکل رہے ہیں۔ بلکہ اگر ہم یہ کہیں کہ صورتِ احوال کو درست کرنے کی ان میں سے کسی کو کوئی خواہش بھی نہیں ہے تو یہ بھی کوئی غلط بیانی نہ ہوگی۔ٹھوس اور حوصلہ افزا پالیسیوں کی جانب سے ان معاشی مدبروں کا انجان بنے رہنا حادثے سے بھی بڑھ کر حادثہ ہے۔عرصہ دراز سے کراچی، اور اب کوئٹہ کو، بطورِ خاص مقتل بنا لینا کسی کو بھی ایک کھلی سازش نظر آ سکتا ہے۔دن دن اور رات رات بھر لوڈ شیڈنگ، قیمتوں کے خوفناک اضافے، بے روزگاری کی شرح میں مسلسل اضافے اور دو بڑے شہروں میں ہر روز بلا ناغہ آٹھ دس افراد کی ہلاکت جیسے معاملات کے نتیجے میں عوام کا بپھرا ہوا ہجوم اگر اپنے ہاتھوں میں ڈنڈے، کلہاڑیاں، چھرے، پھانسیوں کے رسے، اور ٹی ٹیاں لے کر سڑکوں اور گلیوں میں دیوانہ وار نکل کر قتل و غارت گری کی 'خدمات' انجام دیتے ہوئے، بڑے بڑوں کو 'ٹھنڈا' کرتے ہوئے، اور ہر چھوٹے بڑے اداروں کو آگ لگاتے ہوئے جنونی طور پر گھومتا پھرے، تو معیشت تو درکنار، خود ملک کی سلامتی بھی کب اطمینان بخش کہلائی جا سکتی ہے؟ پاکستان کے دشمن غالباً اسی ''عوامی غصے'' کو اپنے انتہائی عروج پر لے جانا چاہتے ہیں تاکہ ایک تاریک وڈراؤنا خونی انقلاب برپا کر کے وہ ملک کا نقشہ ہی نعوذ باللہ تبدیل کر دیں اور مشرقِ وسطیٰ کی طرز پر اس کے چھوٹے چھوٹے رجواڑے بنا دیں۔ان کی دیرینہ تمنا ہے کہ ایٹمی ہتھیاروں کی حفاظت کے نام پر پاکستان میں اقوامِ متحدہ کی افواج اتار دیں۔فرانس، روس اور ہسپانیہ وغیرہ میں انہوں نے ٹھیک یہی طریقے اختیار کیے تھے۔

---

# فحاشی اور بے حیائی کے نوجوان نسل پر اثرات
# ............قصور وار کون؟

ابو فیصل محمد منظور انور

ہنسی آتی ہے مجھے حضرت انسان پر
گناہ کرتا ہے خود لعنت بھیجتا ہے شیطان پر

صاحبانِ اقتدار واقعۂ قصور کے پس منظر میں جائیں اور ذرا غور کریں تو صاف پتہ چلتا ہے کہ اس میں قصور اپنا ہی تو ہے ہر حکمران نے بڑھتی ہوئی فحاشی اور عریانیت کو روکنے کی بجائے اس کی بھرپور طریقے سے مکمل طور پر اعانت اور سرپرستی ہی تو کی ہے جس کے نتیجے میں ہمیں یہ دن دیکھنے نصیب ہوئے ہیں اسلامی اقدار اور اخلاقیات کا جنازہ نکل چکا ہے ہماری نوجوان نسل ذِلت وگمراہی کے عمیق گڑھے میں دھکیلی جا چکی ہے اور پورا معاشرہ خاموش تماشائی بنا ہوا ہے آئے روز ایسے روح فرسا واقعات سے اخبارات بھرے پڑے ہیں اور پھر میڈیا پر شور مچایا جاتا ہے۔ چور مچائے شور کے مصداق یہ سارا کچھ میڈیا کی آزادی کے نام پر ہی تو کیا جاتا رہا ہے کیبل نیٹ ورک کے ذریعے اپنی نوجوان نسل کی اسلامی روح کے مطابق اخلاقی تربیت کی بجائے دن رات مخرّبِ اخلاق پروگرام دکھائے جائیں گے تو یہی نتیجہ ہی تو نکلے گا جو بوئیں گے وہی کاٹیں گے اور پھر اس طرح تو ہوتا ہے اس طرح کے کاموں میں۔ اخبارات اور میڈیا کو تو ایک ایشو ہی چاہیے جس پر وہ ہنگامہ برپا کر دیں اور ٹاک شوز اور مضامین کے ذریعے اپنے اخلاقی انحطاط کی زور وشور سے تشہیر کریں نہ کہ گھٹیا پروگراموں کو بند کر دیں کیونکہ ریٹنگ بڑھانے کے لئے میڈیا اخلاقی حدود کی

پامالی میں آخری حدوں کو چھور ہا ہے ہمارے اجتماعی ضمیر کو جھنجھوڑنے کے لئے اتنا ہی کافی نہیں ہے کہ بداخلاقی کے مرتکب ایسے ملزمان کو قانونی امداد فراہم کرنے والے ملک کے معروف وکلاء میں سے اب تک کتنے وکلاء نے انکار کیا ہے؟

ملک بھر میں بے حیائی اور فحاشی کا طوفان بدتمیزی آیا ہوا ہے الیکٹرنک میڈیا، ٹی وی، کیبل اور انٹرنیٹ کے ذریعے غیر ملکی ثقافتی یلغار نے پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ مشرقی روایتی موسیقی اور ثقافت کی جگہ مغربی موسیقی اور ثقافت نے لے لی ہے انگریزی طرز پر بے تکے انداز میں نیم برہنہ رقص وگانے بجانے کے پروگرام پیش کیے جارہے ہیں بعض اوقات انگریزی طرز پر گانے والے مقامی گویوں کو دیکھ کر یوں لگتا ہے (جیسے مقامی کتے انگریزی انداز میں بھونک رہے ہوں)۔ بقول شخصے ''دیسی کتی ولائتی چیکاں'' اس کے ساتھ ہی ملک بھر کے تقریباً تمام شہروں میں فحش ڈراموں کے ذریعے فحاشی پھیلانے کا سلسلہ جاری ہے کوئی شہر کوئی علاقہ ایسا نہیں جہاں مخرب اخلاق پروگرام نہ دکھائے جارہے ہوں اکثر چینلز کمرشل اشتہارات میں گانے بجانے والی بے حیا عورتوں کے ذریعے عریانی وفحاشی کو پھیلانے میں پیش پیش ہیں پیپلز پارٹی کی حکومت تھی اور میوزک 89 کے نام سے سرکاری ٹی وی پر نوجوانوں کا شو دکھایا گیا تھا جس پر ملک بھر میں زبردست احتجاج کیا گیا تھا لوگوں کا کہنا تھا کہ ایسے پروگراموں سے مسلمان نوجوانوں کی اخلاقیات تباہ ہوسکتی ہیں اور حکومت نے بعدازاں بڑے محتاط انداز میں ٹی وی پر وگرام پیش کرنے شروع کردیے تھے جب سے امریکہ بہادر نے اپنے ایجنٹ مسلمان ممالک کے حکمرانوں کو اپنا اتحادی بنا کر غریب مسلمانوں پر چڑھائی کررکھی ہے اوران پر عرصہ حیات تنگ کرکے ان کا ناطقہ بند کررکھا ہے اتحادی ممالک کی حکومتوں کے ذریعے ان ممالک میں مغربی ثقافتی یلغار عروج پر ہے۔ اسلامی نظریات سے دور کرنے اور مغربی اور دیگر شیطانی طاقتوں کے نظریات اور ان کی ثقافت اور رسم ورواج کو جبری طریقے سے مسلمان ملکوں میں عام کیا جارہا ہے پاکستانی مسلمان اس سے پہلے بھارتی ثقافتی یلغار کے ذریعے بری طرح متاثر ہورہے تھے کہ اب دیگر مغربی طاقتوں نے اپنے مقاصد کی تکمیل اور اپنی ثقافت کو عام کرنے کیلئے مختلف حربے اختیار کرنے شروع کر دیے ہیں اور ایک سازش کے تحت بے حیائی پر مبنی پروگراموں کو عام کیا جارہا ہے۔ امریکہ اور مغرب نے تو ہم جنس پرستی کے حق میں قوانین تک بنائے دیے ہیں اور عذابِ خداوندی کو دعوت

دے دی ہے نہ جانے کب کس وقت عذاب کو کوڑا نہ صرف انھیں بلکہ پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لے، اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے کیونکہ ایسے قبیح افعال پر قوانین سازی کیئے جانے پر اہل کتاب دیگر مذاہب یا کسی بھی مسلمان ملک کے رہنماء کو احتجاج کرنا تو درکنار آواز اٹھانے کی ہمت ہی نہیں نظر آتی ہے اسلامی جمہوریہ پاکستان میں موجودہ حکومت کے دور میں بے حیائی اور فحاشی کے پروگراموں کو عام کرنے میں بے حد اضافہ ہوا ہے۔ کیبل نیٹ ورک نے ہمارے اسلامی معاشرے کی جڑیں ہلا کر رکھ دی ہیں بیسیوں چینل دن رات انسانیت سوز گندے پروگرام پیش کرنے میں مصروف ہیں۔ ظلم کی انتہا ہے کہ جن چینلز پر حکومت نے پابندی عائد کر رکھی ہے وہ بلاخوف وخطر دکھائے جارہے ہیں ننگ دیں اور ننگ وطن ایسے عناصر چند ٹکوں کے عوض ہمارے معاشرے میں بے حیائی کا زہر گھولنے میں مصروف ہیں۔ کیبل نیٹ ورک پر خود ساختہ مقامی سٹی چینلز کے ذریعے اپنی مرضی کے پروگرام دکھاتے ہیں جن میں گھٹیا غیر معیاری اور غیر شائستہ زبان استعمال کی جاتی ہے انہی عناصر میں سے کچھ لوگوں نے سینماؤں میں ڈرامے سٹیج کرنے کے نام پر بے حیائی پھیلانے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے اوباش نو دولتیوں نے سیاسی شخصیات کی سرپرستی میں فحش ڈراموں کا سلسلہ شروع کروا رکھا ہے جس سے شہری سخت پریشان ہیں ان کے خلاف ایکشن نا ہونے کی وجہ سے لوگ خاموش اور بے حس ہو چکے ہیں سابقہ ادوار میں کئی اضلاع کی ضلع کونسلز کے معزز خواتین وحضرات ممبرز اور سول سوسائٹی کی اصلاحی تنظیموں نے متعدد باران اضلاع کی ضلعی انتظامیہ کو گندے پروگرام بند کروانے اور فحش غیر قانونی ڈرامے سٹیج کرنے پر پابندی لگانے کے علاوہ کیبل پر غیر قانونی پروگرام اور سٹی چینلز بند کرانے کا مطالبہ کیا تھا ڈی سی اوز نے فحش اور بے حیائی پھیلانے والے پروگرام بند کرانے کے وعدے کیے مگر فحاشی کے پروگرام دکھانے والے کیبل نیٹ ورک کے سپانسرز نے ببانگ دہل یہ پروگرام دکھائے اور اب تک یہ سلسلہ جاری ہے کیبل اپریٹرز کا کہنا ہے کہ ڈی سی اوز کے باپ بھی یہ پروگرام بند نہیں کرواسکتے کیونکہ انھیں اس وقت ماضی کے روشن خیال صدر جنرل پرویز مشرف کی آشیر باد حاصل تھی اور اب موجودہ حکمرانوں کی مکمل سرپرستی حاصل ہے بدقسمتی سے حکمران طبقہ عموماً مغرب کی تقلید میں قوم کو رقص وسرود کی دلدل میں دھکیل دینے کے ایجنڈے پر گامزن رہا ہے مختلف مذہبی رہنماؤں اور تنظیموں نے فحاشی کے سیلاب بارے موجودہ حکمرانوں کو توجہ بھی دلائی تھی اور اکثر علاقوں کے معززین اور مذہبی

شخصیات پر مشتمل وفود نے یہ پروگرام بند کروانے کا مطالبہ کیا مگر کیبلز پر سٹی چینلز اور دیگر گندے پروگرام بند نہ ہو سکے ملک بھر میں اس وقت یہ سلسلہ عروج پر ہے کیبل آپریٹرز نے پول کر کے اکثر شہروں کو ایک نیٹ ورک میں تبدیل کر دیا ہے اور اپنی لائسنسی حدود سے باہر بھی کام کر رہے ہیں اس کے ساتھ ہی اشتہار بازی کا غیر قانونی دھندہ جاری ہے مجرے، ڈانس فرمائشی گیت دکھائے جا رہے ہیں۔ ایسے پروگرام پیش کرنے والے کسی قانون اور قاعدے کے پابند نہیں۔ پنجاب کے زیادہ تر سینما گھروں کو تھیٹر کا نام دیکر پنجاب آرٹس کونسل کا لائسنس لیے بغیر اور سکرپٹ کی منظوری کے بغیر پروگرام پیش کر کے پیمرا قوانین اور پنجاب آرٹس کونسل قوانین کی صریحاً خلاف ورزی جاری ہے ایسا کرنے والوں کے ساتھ پنجاب حکومت کا نرم رویہ کس بات کی علامت ہے؟ اور انتظامیہ انکے سامنے خاموش تماشائی کس لیے؟ عوامی سنجیدہ حلقے شہریوں کو تفریح کے نام پر بے حیائی پھیلانے والے عناصر اور انکی سرپرستی کرنے والوں کی شدید مذمت کرتے ہیں شیطان صفت عناصر کو معلوم ہونا چاہیے کہ ایک نامور معروف گویے کو جس نے پروفیسری کا مقدس پیشہ چھوڑ کر گانے بجانے کا پیشہ اختیار کیا تھا کچھ عرصہ تک نوجوان نسل کو گمراہ کر کے لاکھوں کروڑوں کمائے اسکے بے ہودہ گیتوں پر تنقید ہوئی اور لچر پن پر احتجاج ہوا بالآخر اس پر منڈی بہاؤالدین میں ''نچ پنجابن نچ'' جیسے واحیات گیت گانے والے گویے پر گندے انڈوں اور ٹماٹروں کی بارش کر دی گئی تھی اور وہ وہاں سے بڑی مشکل سے جان بچا کر بھاگ نکلا تھا مگر آج پھر وہ فحاشی پھیلانے والوں میں پیش پیش ہے اس سے قبل کہ غیرت مند شہری بے حیائی پھیلانے والوں کے ٹھیکیداروں پر ایسی گندگی اور غلاظت پھینکیں یہ عناصر عبرت حاصل کریں اور شہریوں کو بے حیائی کی دلدل میں دھکیلنے کی بجائے صاف ستھرے تفریحی پروگرام دکھائیں۔ منتخب قیادت کو ایسے واقعات کو روکنے کے لئے فوری طور پر سخت ترین قوانین سازی کرنی چاہئے اور مقامی طور پر شہریوں کو بھی مخرب اخلاق پروگرامز دکھانے والے عناصر کے خلاف آواز بلند کرنا ہوگی تا کہ ہماری نوجوان نسل اور بچے بڑھتی ہوئی فحاشی اور بے حیائی کے باعث قصور ایسے واقعات سے محفوظ رہ سکیں۔

گونگی ہوگئی آج کچھ زبان کہتے کہتے
ہچکچا گیا میں خود کو مسلمان کہتے کہتے

---

## مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ
## کی مطبوعات پر
# اہل علم کے تاثرات

### 1۔ عبدالرشید ارشد۔ جوہر آباد

درسِ قرآن کی تیاری کیسے کریں؟ عنوان جس قدر اہم ہے اسی قدر نازک بھی ہے۔ قرآنِ حکیم خالقِ کائنات کی طرف سے بنی نوعِ انسان کے لئے دائمی رُشد و ہدایت کا ذریعہ ہے۔ اللہ ربّ العزت نے قرآنِ حکیم ہی میں اِس حقیقت کو اِن الفاظ میں بیان فرمایا: لَقَدْ أَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ كِتَابًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ (10:21) ’’ہم نے تمہاری طرف ایک کتاب بھیجی (تمہارے نام ایک مفصل خط لکھا) جس میں تمہارا ہی ذکر ہے (یعنی اس خط میں تمہاری عملی زندگی کے لئے ہدایات ہیں)‘‘۔ عمومی زندگی میں ہم دیکھتے ہیں کہ عقل و شعور کا سرمایہ رکھنے والے اپنے مخالف کی فہم و فراست کی صلاحیت کو مدِّ نظر رکھتے الفاظ کا چناؤ کرتے ہیں۔ عربی کا معروف مقولہ ہے كَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ ۔ لوگوں سے ان کی سطح پر بات کرو (TAKE PEOPLE WHERE THEY ARE)۔

قرآن حکیم کے پیغام کو دوسروں تک پہنچانے کی تاکید صاحب قرآن نبی رحمت ﷺ نے ان الفاظ میں فرمائی: خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ ۔ تم میں سے (ملت مسلمہ میں سے) بہترین وہ فرد ہے جس نے قرآن پڑھا اور دوسروں تک پہنچایا‘‘۔ یہ کام نبی اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ کی گلیوں سے شروع کیا، مدینہ منورہ سے اس کی کرنیں شرق و غرب اور شمال اور جنوب میں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جہدِ مسلسل سے پھلیں، جس کی خوشہ چینی کا حق ادا کرتے صدیاں بیت گئیں اور یہی فیض ہمارا مقدر بنا کہ آج اسی روشنی کو پھیلانے والے ہر لمحہ کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ کا حق نبھار ہے ہیں۔ جھنگ کی قرآن اکیڈمی اس فریضہ کی ادائیگی میں پیش پیش ہے۔

قرآن اکیڈمی کے ترجمان ''ماہنامہ حکمت بالغہ'' میں قرآن فہمی کے حوالے سے وقتاً فو قتاً فکر انگیز مضامین شائع ہوتے رہے ہیں۔ ان مضامین کی افادیت کے پیش نظر اکیڈمی کے روح رواں اور 'حکمت بالغہ' کے مدیر اعلیٰ جناب انجینئر مختار فاروقی صاحب نے ان سب مضامین کو یک جا کرکے ''درس قرآن کی تیاری کیسے کریں؟'' کا عنوان دیتے درس قرآن دینے والوں کو راہنمائی فراہم کی ہے۔ 72 صفحات پر پھیلے کتابچے میں 10 عنوانات کے ذریعے موضوع کی وضاحت کا حق ادا کیا ہے۔ عنوانات کے 10 موضوعات پر اس کتابچے میں قاری کو فکری غذا فراہم کی گئی ہے جو ہر گروہی طرزِ عمل سے مُبرّا ہے۔

☆ قرآن مجید _ اللہ کا کلام، ☆ قرآن مجید انسانوں کے نام اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام ☆ قرآن مجید اور تلاش حق کا فطری انسانی جذبہ ☆ قرآن مجید کے نزدیک حقیقی انسان کون ہے؟ ☆ قرآن مجید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک زندہ معجزہ ☆ قرآن مجید کائنات کی صحیح ترین تشریح کے علم کا سرچشمہ یعنی ایمان کا ذریعہ ہے، ☆ قرآن مجید کے نزدیک انسان ایک ذمہ دار اور جوابدہ مخلوق ہے ☆ قرآن مجید اور انسان کے لئے رضائے خداوندی اور دیدار الٰہی، ☆ قرآن مجید حقیقی انقلاب یعنی نظام خلافت کے قیام کا ذریعہ ہے ☆ قرآن مجید انسانیت کا مستقبل، اور مختلف ضمیمہ جات کتابچے کا جز ہیں۔

مذکورہ موضوعات پر نظر ڈالتے ہی یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ مرتب محترم نے قرآن حکیم کی جامع تعلیمات کو کس طرح عمدگی سے قاری کے سامنے رکھا ہے۔ درس دینے والے کے لئے گائیڈ لائنز موجود ہیں کہ ہر طبقہ کے فہم وشعور کو سامنے رکھتے تیاری کی جائے مثلاً اگر درس قرآن کسی سکول/کالج وغیرہ میں ہے تو انہی کی سطح پر تعلیم وتربیت کے حوالے سے قرآنی تعلیمات کو پیش کیا جائے۔ اگر سامعین وکلا قسم کے لوگ ہوں تو قرآن سے نظامِ عدل وشہادت کا موضوع چنا جائے۔ اگر کسی جگہ ہسپتال کا عملہ سامنے ہے تو قرآن حکیم سے تخلیق انسان کے جملہ مراحل اور مستقبل کی عملی

زندگی پر روشنی ڈالی جائے۔ کسی مجلس میں اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات ہیں تو تخلیق انسان کے ساتھ کائنات کی وسعتوں اور شب وروز کی تبدیلیوں کے پس منظر اور پیش منظر میں مقامِ انسانیت پر روشنی ڈالی جائے۔ دیہاتی سامعین ہوں تو قرآن کریم سے دیہی معاشرت ،زراعت، مزدور کی عظمت پر بات کی جائے غرض قرآن ہمہ جہت راہنمائی کا ذریعہ ہے۔

''قرآن اکیڈمی'' جھنگ کے روح رواں اور ''حکمت بالغہ'' کے مدیر اعلیٰ نے یہ تائید ایزدی قرآن حکیم کو جس گہرائی سے خود سمجھا ہے اب شب وروز ان کی خواہش اور محنت ہے کہ وہ اس فکر کو ہر باشعور بالغ کے قلب وذہن میں اتار دیں۔ کاش یہی سوچ ہمارے علمائے کرام کی اکثریت کا مقدر بن جاتی اور قوم کو فروعات میں دھکیلنے کے بجائے قرآن کی حقیقی روشنی دنیاو آخرت منور کر کے بارگاہ رب العزت میں سرخرو ہوتے۔

## 2۔ اویس پاشا قرنی ۔مدیر: قرآن اکیڈمی یاسین آباد، کراچی

آپ کی تازہ تصنیف ''درسِ قرآن کی تیاری کیسے کریں'' کا ایک نسخہ موصول ہوا، انتہائی مسرت اور مبارک باد کے جذبات کا اظہار ان سطور کے ذریعے بھی مقصود ہے۔ آغاز کتاب میں ''حرف آرزو'' کے عنوان سے اس آرزو اور دعا میں ہم سب شریک ہیں اور آمین کہتے ہیں کہ آج بجا طور پر لاکھوں مدرّسینِ قرآن کی فراہمی ہی سے اُمت کی بگڑی سنور سکتی ہے۔ البتہ اللہ کرے کہ یہ مدرّسینِ قرآن آپ کی آرزو کے مطابق جنید وشبلی وعطار رحمۃ اللہ علیہم کے مقام شناس اور متبع ثابت ہوں نہ کہ ان کے معترض ومخالف!

کتاب کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ اسلافِ اُمت خصوصاً برِ اعظم ہند کے علماء وصوفیاء مجددین کا تذکرہ انتہائی عقیدت واحترام سے کیا گیا ہے جو یقیناً ہم پڑھنے والوں کے لئے اسلاف سے مضبوط تعلق کا ذریعہ بنے گا۔ اس کتاب کے مضامین مدرّسینِ قرآن کے ذہن کو وسیع کرنے اور قرآن حکیم کے WORLD VIEW سے روشناس کروانے کا ذریعہ ہیں۔ یقیناً آج دین پر گفتگو کرنے والے بعض اوقات دنانت طبع کی وجہ سے اپنے سامع کو دین کی جانب متوجہ نہیں کر پاتے۔ اللہ کرے کہ اس میں ہمارا علاج ہو!

''درسِ قرآن دیتے ہوئے مدرّس کو روح اور روحانی تقاضوں کو نظر انداز نہیں کرنا

چاہئے اور معاشرے میں موجود تصورات (روحانی ترقی کے مروّجہ طریقے) کی اصلاح کی طرف تو توجہ دلانی چاہیے ان کی کلیتاً نفی اور گمراہی قرار دینا اصلاح اور خیر کی بجائے شر کا موجب ہوگا۔ یہ تصور اُمتِ مسلمہ کے ایک بڑے طبقے بالخصوص جنوبی ایشیا میں صوفیاء کی کوششوں سے اسلام کے پھیلنے کی وجہ سے یہاں کے لوگوں کے ذہنوں میں رچا بسا ہے اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ تمام معروف مصلحین ومجدّ دین نے اس کی اصلاح کی بھرپور کوششیں بھی کی ہیں تاہم اس کی نفی نہیں کی۔ علامہ اقبال کے اشعار ہر مسلک کے علماء وعوام کی زبان پر جاری ہیں۔ علامہ اقبال نے تصوف پر بڑی جارحانہ تنقید کی ہے، پیروں اور گدی نشینوں کے 'عیوب' کی پردہ دری کی ہے تاہم وہ خود اسی میدان کے آدمی ہیں اور ابن عربی و رومی و غزالی رحمہم اللہ کے خوشہ چین ہی نہیں مداح و شارح بھی ہیں۔ لہٰذا___ مدرّس کا بالعموم اپنے ماحول کے مطابق (اور ہمارے ہاں 95% سے زیادہ دروسِ قرآن کے حلقوں کا ماحول یہی ہے) حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور دورِ حاضر میں جدید تعلیم یافتہ افراد کی اصلاح کے لئے علامہ اقبال کی مثال اور اُن کی تعلیمات واشعار کے ذریعے اصلاح کا عمل آگے بڑھانا چاہیے۔ اگر کوئی مدرّس جان بوجھ کر روحانیت پسند یا تصوف پسند یا اسلام کی اصطلاح کے مطابق 'احسانِ اسلام' کے قدردانوں کے حلقوں میں گھس کر ان لوگوں کی آرا کو بیان کرے گا جو اس طبقے کے اکابرین پر تنقید ہوگی تو نتیجہ فساد کے علاوہ کچھ نہیں ہوگا۔ ایسے مدرّس کو اپنا حلقہ درس اپنے ہم مسلک لوگوں کے قریب قریب ہی رکھنا چاہئے۔ پاکستان کے لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ یہاں مدرّسِ قرآن کو 'تصوف' کے سلاسل میں حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت مجدد الف ثانی اور علامہ اقبال رحمہم اللہ کی تنقید کو بیان کر کے اصلاحِ احوال کی نیت سے بات آگے بڑھانی چاہیے اور اپنا ذہن بھی ایسا ہی بنانا چاہئے۔"

یقیناً مجھ جیسے نو واردانِ بساط ہوائے دل کی تربیت کا خاصا مواد اس مختصر کتاب میں

موجود ہے۔ راقم کی رائے میں اس کے مضامین کسی ایک ''درسِ قرآن'' کی تیاری کیسے کریں؟ سے زیادہ ''مدرّسِ قرآن'' کی تیاری کیسے؟ سے مناسبت رکھتے ہیں۔

3۔ **ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور،** (25 تا 31 /اگست 2015ء)

انجینئر مختار فاروقی اسلامی تعلیمات کی اشاعت اور نظامِ خلافت کے قیام کی جدوجہد میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ اس سلسلہ میں وہ کئی تحقیقی کتابوں کے مصنف ہیں جو قرآن اکیڈمی جھنگ کے زیرِ اہتمام شائع ہو چکی ہیں۔ انجینئر فارقی کا درسِ قرآن کا تجربہ کئی سالوں پر محیط ہے انہوں نے درس قرآن کو زیادہ سے زیادہ مؤثر بنانے کے لئے خوب محنت کی ہے۔ زیرِ تبصرہ کتاب اُسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ تمہید کے علاوہ یہ کتاب 10 ابواب پر مشتمل ہے۔ ہر باب مختصر مگر جامع ہے۔ جو قرآن کے مدرّس کے لیے خصوصی راہ نمائی مہیا کرتا ہے اور درس کو نہ صرف معلومات افزا بناتا ہے بلکہ دلکش اور مؤثر بھی بناتا ہے۔

مصنف کے نزدیک ضروری ہے کہ ہر مدرسِ قرآن اپنے درس کے اندر مندرجہ ذیل موضوعات کو خاص طور پر نمایاں کرے۔

1۔ قرآن مجید اللہ کا کلام اور انسانوں کے نام اللہ کا آخری پیغام ہے۔
2۔ قرآن مجید کے نزدیک حقیقی انسان کون ہے۔
3۔ قرآن مجید آپ ﷺ کا زندہ معجزہ ہے۔
4۔ قرآن مجید کے نزدیک انسان ایک ذِمہ دار مخلوق ہے۔
5۔ قرآن مجید نظام خلافت کے قیام کا ذریعہ ہے۔

کتاب اگرچہ مختصر ہے مگر افادیت کے اعتبار سے خوب ہے۔

## تعمیر سیرت و کردار

4۔ سہ ماہی تعلیمی زاویے PEF (اپریل 2015ء)

یہ کتاب اپنے موضوع کی طرح انتہائی اہمیت کی حامل ہے جس کا انتساب ان مسلمان خواتین و حضرات کی سعید روحوں کے نام کیا گیا ہے جنہوں نے گزشتہ ایک صدی میں احیائے اسلام

اور احیائے خلافت کی کوششوں میں جان و مال اور وقت کی قربانی دے کر ہمارے لیے انمٹ نقوش چھوڑے، جو آج بھی اسی مقصد کے لیے نبرد آزما ہیں اور آئندہ بھی اس سنگلاخ راستے پر کھڑے رہیں گے۔

کتاب ہذا درج ذیل اہم عنوانات پر مشتمل ہے: اس نے تمھیں چن لیا — راہِ نجات — ذکر اللہ — حقیقتِ عمل صالح — رمضان المبارک کے روزے اور جہاد و قتال — حدود اللہ کی حفاظت — نکاح شادی اور نماز پنجگانہ — خواتین کا جہاد — ختم نبوت میں ازواج مطہراتؓ کا پہلو — شہادت علی الناس اور مقام شہادت — تعمیر سیرت، اسمائے حسنیٰ، حسن تخلیق — مجاہدانہ لائف اسٹائل — تعمیر سیرت و کردار تقریب الٰہی کا راستہ ہے — انسانی معاملات میں اصلاح احوال کا واحد ذریعہ توبہ ہی ہے — ایمان بالآخرت اور اس کے مراحل۔

کتاب ہذا میں اہم اسلامی و اصلاحی موضوعات کو متعلقہ قرآنی آیات کے حوالے سے انتہائی مؤثر انداز سے زیر بحث لایا گیا اور مختلف تشریحات میں انگریزی الفاظ، اصطلاحات اور بیانات کو بھی دلچسپ انداز میں مربوط کر دیا گیا۔ کتاب ہذا سیرت و کردار کی تعلیم و تربیت میں ایک اہم گلدستہ کی شکل اختیار کر گئی، جس میں فاضل مصنف نے اپنا تعمیری و اصلاحی کردار بھرپور طریقے سے سرانجام دیا ہے۔ کتاب کا معیار اور معلومات مصنف کی محنت شاقہ اور شاندار تجربات کی عکاسی کرتا ہے۔ کتاب ہذا میں مذہبی و دینی معلومات کے مشکل ترین کام کو آسان اور دلچسپ بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ کتاب کی زبان سادہ اور عام فہم ہے اور کی قیمت بھی عام آدمی کی پہنچ کے اندر ہونے کی وجہ سے ہر کوئی کما حقہ اس سے مستفید ہوسکتا ہے۔ (تبصرہ نگار: ایم نعمت علی کوکب)

## 5۔ عبدالرزاق، امیر تنظیم اسلامی لاہور شمالی

انجمن خدام القرآن جھنگ کے زیر اہتمام شائع ہونے والے ”تعمیر سیرت و کردار“ کے جامع موضوع کے مختلف عنوانات پر مشتمل کتابچے انتہائی خوبصورت ٹائٹل کورز کے ساتھ موصول ہوئے۔ ناچیز کو یاد رکھنے کا بے حد شکریہ۔

انجمن خدام القرآن جھنگ محترم انجینئر مختار حسین فاروقی صاحب کی قیادت میں ملک کے تعلیم یافتہ اور ذہین طبقے کی علمی و عملی رہنمائی کے لیے قرآن و حدیث اور سیرتِ رسول ﷺ کی

تعلیمات کو اعلیٰ علمی سطح پر منفرد انداز میں جس عمدہ طریقے اور اسلوب میں پیش کر رہی ہے وہ واقعتاً قابل صد ستائش ہے۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کام میں اتنی برکت پیدا فرما دے اور اسے اتنا وسیع کر دے کہ پوری دنیا میں پھیلے ہوئے سلیم الفطرت لوگ اس سے استفادہ کر سکیں اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ اس ادارے کو اتنے وسائل عطا فرما دے کہ اس کا ایک مستقل ایڈیشن بین الاقوامی سطح پر انگریزی زبان میں بھی شائع ہو اور اس کے بعد عربی زبان میں اور دنیا کی دیگر زبانوں میں اشاعت پذیر ہو سکے۔ آمین یا ربّ العالمین

آج کا دور دجالی فتنے کا دور ہے اور دجالی فتنہ علم کے راستے لوگوں کو عالمی سطح پر جاہلیت قدیمہ کی طرف لوٹنے پر مجبور کر رہا ہے۔ اس لیے شدید ضرورت ہے کہ قرآن حکیم اور دین کے علم و حکمت کو اعلیٰ علمی سطح پر پیش کر کے دجالی تہذیب کے باطل اور گمراہ کن نظریات کا مؤثر توڑ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے صمیم قلب سے دعا کرتا ہوں کہ قرآن اکیڈمی جھنگ اور انجمن خدام القرآن جھنگ مل کر ایک ایسا مؤثر لائٹ ہاؤس تشکیل دینے میں کامیاب ہو جائیں جس کی الہامی روشنی پوری دنیا کو منور کرنے کا ذریعہ بن سکے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی تمام کاوشوں کو خلوص عطا فرمائے اور اس میں بے انتہا برکتیں پیدا فرمائے اور اسے شرف قبول سے نوازے۔ آمین یا ربّ العالمین

## صہیونیت، قرآن مجید کے آئینے میں

**6۔ سہ ماہی تعلیمی زاویے PEF (اپریل 2015ء)**

اس کتاب کا موضوع صہیونیت ہے جسے قرآنی تعلیمات کے تناظر میں کھول کر بیان کیا ہے۔ کتاب کی تحریر اس بات کی غماز ہے کہ فاضل مصنف اپنے علم و مشاہدہ کو قرآنی معلومات کے حوالوں کے ساتھ بیان کرنے کی قدرتی صلاحیت سے مالا مال ہیں۔

مصنف نے اپنی اس تصنیف کا انتساب ماضی و حال اور مستقبل کے ان تمام مسلمان خواتین و حضرات کے نام کیا ہے جنہوں نے اپنی زندگیوں کو احیائے اسلام کی کوششوں کے لئے وقف کیے رکھا اور مقصد کی خاطر جان و مال کی قربانیاں پیش کرنے سے کبھی گریز نہیں کیا۔

کتاب ہذا مختصر پیش لفظ کے بعد چار بڑے ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں صہیونیت کے خدوخال پر قرآن مجید کی روشنی میں بحث کرنے کے ساتھ ساتھ اس امر کی تفصیلی وضاحت بھی کر دی گئی ہے کہ صہیونیت کے ابلیسی منصوبوں کا پردہ چاک کرنے والی دنیا کی واحد مستند کتاب قرآن مجید ہے۔ دوسرے باب میں صہیونیت کے اس دور کو زیر بحث لایا گیا ہے جو 600ق م سے 610ء تک کے عرصہ پر مشتمل تھا۔ اس باب میں نہ صرف قبل از اسلام انسانی بادشاہوں اور معاشروں کی اخلاقی اور فکری حالت کا تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے بلکہ بنی اسرائیل کے اس دور انتشار کی بھی تفصیلی وضاحت شامل ہے جس میں انہوں نے کچھ اہم اور خطرناک کام بھی کیے جن کا خمیازہ بنی نوع انسان آج تک بھگت رہی ہے۔ کتاب ہذا کا آخری باب صہیونیت کی قتل انبیاء کی روش اور ان کے انکار پر مشتمل ہے۔ اس باب کے اہم مشمولات درج ذیل ہیں:

صہیونیت ہجرت مدینہ سے قبل ـــــ صہیونیت ہجرت مدینہ کے بعد ـــــ صہیونیت 3ھ تا 5ھ ـــــ صہیونیت کا بدنما چہرہ ـــــ جھوٹے مدعیانِ نبوت

کتاب ہذا کا سرورق عمدہ اور طباعت معیاری ہے۔ کتاب کی تحریر سادہ، عام فہم اور اثر انگیز ہے۔ صاحب کتاب کی یہ تصنیف قرآنی تعلیمات کی روشنی میں مرتب کی گئی ہے اس لیے قرآنی آیات کے مقدس حوالہ جات عربی متن کے اردو ترجمہ کے ساتھ قارئین کی سہولت و تفہیم دین کے لیے حسب ضرورت بطریق احسن ترتیب دے دیے گئے ہیں کہ پڑھنے والوں کو کسی قسم کی تشنگی کا احساس نہیں ہونے پاتا۔ کتاب کے ٹائٹل کور پر موجود درج ذیل فکر انگیز شعر مسلمان قوم کے پُر امید مستقبل کی نشاندہی کرتا ہوا نظر آتا ہے

شب گریزاں ہوگئی آخر جلوہ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمہ توحید سے

☆☆☆☆☆☆

دیوانِ عادل

# اَشکِ گل

محمد فیاض عادل فاروقی

انجینئر مختار فاروقی

حضرت محمد فیاض عادل فاروقی کا تذکرہ ان کے مادرِ وطن جھنگ کے تذکرے کے بغیر ادھورا ہی رہے گا اس لیے کہ عادل فاروقی کی شخصیّت اور الفاظ میں پہلی اور بنیادی چھاپ سرزمین جھنگ ہی کی ہے۔

O جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے نزدیک جذبوں اور اُمنگوں اور حوصلوں کی تاریخ میں 711ء کا سال ایسا روشن سال ہے جس میں طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ نے شمالی افریقہ سے قدم بڑھا کر سپین میں قدم رکھا اور محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں کے مسلمانوں کے خوابوں کی سرزمین پاکستان کے صوبہ بلوچستان اور صوبہ سندھ کے علاقوں کو زندگی بخشی اور جذبوں کو جلا بخشی۔ 18 سالہ محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھیوں کے پاس نامعلوم کیا جادوئی کمالات تھے کہ انہوں نے جنوبی ایشیا کے اس متمدّن علاقے (وادیٔ سندھ) کو روح پرور جذبوں، لازوال امنگوں اور آسمانوں کو چھوتے جذبوں سے سیراب کردیا اور انسانی فکروشعور کے چہرے کو نکھار بخش دیا۔

O یہ علاقہ اس واقعہ سے تقریباً 1000 سال پہلے ایک سرمست اور سرپھرے 18 سالہ یونانی سپہ سالار 'اسکندر' کی آمد کا بھی عینی شاہد تھا جس کے بے لگام نفسانی گھوڑے اور اس کے نفس پرست، ہوس پرست اور بداخلاق ساتھیوں کے طوفانِ بدتمیزی کو اہل پنجاب نے روک کر واپس جانے پر مجبور کردیا تھا۔ یہ یونانی حملہ آور ارسطو کے فلسفہ اخلاق کے نمائندے تھے۔ اس کے برعکس

محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف موجودہ پاکستان کا سارا علاقہ فتح کر کے اسلام کے دامن عافیت میں دے دیا بلکہ پہلی صدی کے خالص عربی اسلام کی تہذیب وثقافت اور کردار کے وہ لازوال نمونے چھوڑے کہ آج بھی اس کے اثرات سندھ، پنجاب، بلوچستان اور شمالی علاقہ جات کے غیر ترقی یافتہ علاقوں میں بچشمِ سر دیکھے جا سکتے ہیں اور وہی بات جو علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے سپین کے بارے میں فرمائی:

آج بھی اس دیس میں عام ہے چشمِ غزال
اور نگاہوں کے تیر آج بھی ہیں دل نشیں
بُوئے یمن آج بھی اس کی ہواؤں میں ہے
رنگِ حجاز آج بھی اس کی نواؤں میں ہے

اسی تہذیب وثقافت اور کردار کی ضیا پاشیوں کا امین یہ خطّہ بھی ہے۔ مقامی قبائل میں جو لوگ مسلمان ہو گئے وہ تو خوش نصیب تھے ہی جو 'ہندو' رہ گئے انہوں نے محمد بن قاسم کے بُت بنا کر پوجے ہیں کہ یہ 'نوجوان' انسان نہیں 'دیوتا' ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ سکندر اعظم کا پیچھا کر کے عراق پہنچانے والے محمد بن قاسم کو بچشمِ تر الوداع کر رہے تھے۔

O علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے ایک بات جنوبی ایشیا کے مسلم اکثریّت کے علاقوں کے بارے میں کہی ہے جس کا امین آج کا پاکستان* ہے:

میر عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

اسی علاقے کا ایک غیر ترقی یافتہ حصّہ ضلع جھنگ بھی ہے۔ اسی علاقے سے ایک اٹھنے والے سپوت جناب محمد فیاض عادل ہیں جو 'لندن' کی یخ بستہ فضاؤں اور ہوشربا ماحول میں بھی دینی فکر کی پختگی تہذیبی روایات اور آدابِ سحر گاہی کو خیر باد نہ کہہ سکے۔

حضرت عادل فاروقی صاحب کے کلام میں جو لاشعوری عوامل کام کر رہے ہیں ان میں

---

* موجودہ پاکستان اسلام کے عروجِ اوّل کے بعد مسلم اکثریّت کا ایسا منفرد ملک ہے جس کے مسلمان نماز میں کعبہ اللہ کے دروازے کے سامنے واقع ہونے کی وجہ سے ہر وقت معنوی طور پر ملتزم کے سامنے رہتے ہیں۔

سب سے مؤثر، بنیادی اور پختہ جذبۂ عمل یہی ہے۔ ہمارے نزدیک دوسرا عامل وطن سے دُوری اور ایک اجنبی ماحول ہے۔ جہاں ایک باشعور انسان کا واسطہ اجنبی قوم اجنبی لوگوں اور اجنبی نظریات واحساسات کے علاوہ اجنبی اقدار سے پڑتا ہے۔ گویا خیر وشر کی اندرونی جنگ جوازل سے جاری ہے اس کے کئی محاذ انسان کے سامنے ہوتے ہیں۔

اشکِ گل کے اشعار میں ہمارے نزدیک تیسرا مؤثر عامل اپنی ہی اولاد اور گھر والوں پر اجنبی نظریات، تہذیب اور ماحول کے مہلک اثرات کا ہے جو انسان اپنی کھلی آنکھوں سے اپنے گھر، دوست، مخلص رفقاء کے ہاں دیکھتا ہے اور کوشش کے باوجود خود کو ہر لحمہ گہرے پانیوں کی طرف بڑھتا ہوا محسوس کرتا ہے پھر اس فتنہ سے بچاؤ کا شعور بھی بالعموم خود مسلمانوں میں بھی بہت کمزور اور ڈوبتی نبض کی طرح ہر چند کہیں کہ ہے نہیں ہے۔۔۔ کا مصداق ہے۔

امت مُسلمہ کے مسائل، زبوں حالی، مغربی استعمار کے لئے آسان شکار، دربدر لُٹے پٹے مسلمان، بے گھر مہاجرین کے قافلے ہیں یہ غزّہ ہے، یہ عراقی IDP'S ہیں۔ یہ شامی مہاجرین ہیں یہ افغان مہاجرین ہیں، یہ سوات کے IDP'S ہیں، یہ کشمیر کے کسمپرسی کے مارے مظلوم مسلمان ہیں۔ یہ احمد آباد بھارت اور ممبئی حملوں کے متأثرین ہیں، یہ برما کے مذہبی لوگوں کے عذاب میں گرفتار مسلمان ہیں، یہ سمندری جہازوں اور کشتیوں میں زندگی گذارتے بے خانماں مسلمان ہیں، یہ یورپی ممالک میں پناہ گزیں مسلمانوں کے قافلے ہیں۔ اس کا احساس جتنا اہل درد باشعور مسلمانوں کو ہے اور حضرت فیاض عادل جیسے لوگوں کو ہوسکتا ہے اور کون اس کا اہل ہے؟

اس پر مستزاد ہے عالمی سودی مالیاتی نظام میں جکڑی انسانیت جو یورپ امریکہ اور ترقی یافتہ ممالک میں بے آسرا ہے بے روزگاری اور LAY-OFF کے مارے محنت کش ہیں۔ عالمی اسلحہ ساز انسان دشمن طبقہ جو اسلحہ بیچ کر اور دنیا میں جنگوں کی آگ بھڑکا کر نہ صرف خوش ہوتا ہے بلکہ اسی سے اپنی تجوریاں بھی بھرتا ہے۔ اگر گزشتہ کئی عشروں سے امریکہ کی بالادستی قائم ہے تو اس کی بنیادی وجہ اقوام عالم کو آپس میں لڑا کر امداد کے نام پر اُدھار اسلحہ کی فروخت اور IMF اور WB کے سودی قرضہ جات ہیں۔ اس تکلیف دہ احساس کا ایک عکس ہی ہے جو صاحبِ دل حضرت فیاض عادل صاحب نے اَشک گل کے صفحات پر اشعار کے سانچے میں ڈھال دیا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ آج کی مغربی تہذیب کے اثراتِ بد سے انسانیت اور مسلمانوں کو بچانے کے کئی محاذ ہو سکتے ہیں اور الحمدللہ مسلمانوں کے مختلف طبقات اپنی اپنی بساط کے مطابق 'ممولے اور شہباز' کی نسبت سے ہی سہی، نبرد آزما ہیں۔ تاہم اس جدوجہد میں عوامی بیداری اور عمومی تحریک کی صورت پیدا کرنے کے لیے جتنا کام شعرا، ادبا، اہل قلم اور خطیب کر سکتے ہیں اس میں ابھی بہت خلا ہے اور بہت زیادہ کام ابھی باقی ہے۔

حضرت عادل فاروقی صاحب نے آگے بڑھ کر دوسرے شعرا، خطبا، اُدبا، ناول نگار، افسانہ نگار اور میڈیا کے حضرات کے لیے مثال قائم کی ہے کہ وہ بھی آگے بڑھیں اور مستقبل کے آسمانی، حقیقی، مثالی، عالمی، سماجی، اقتصادی اور سیاسی عادلانہ نظام کی راہ ہموار کریں تاکہ انسانیت بلالحاظ مسلک و مذہب و رنگ و نسل امن و سکون کی زندگی بسر کر سکے۔

ان سارے عوامل کے علاوہ 'اشکِ گل' کے پیچھے جو دماغ اور ذہنِ رسا کام کر رہا ہے وہ مسلمان ہے قرآن و حدیث کا عالم ہے دنیاوی فلاح و بہبود کے ساتھ آخرت کا بھی یقین رکھتا ہے۔ اسے دُکھ ہے کہ کس طرح انسانیت اس کی آنکھوں کے سامنے دنیاوی محرومیوں کے ساتھ آخرت کے محاسبہ کی طرف خالی ہاتھ بڑھ رہی ہے اور جہنّم کے کنارے کھڑی ہے۔

اور ـــــ سب سے آخری اور سب سے اہم عامل حضرت عادل فاروقی صاحب کی فن شاعری سے حددرجہ واقفیّت، مناسب الفاظ کے چناؤ کی مہارت، مافی الضمیر کے اظہار میں بے ساختگی اور 'آمد' کی کیفیّت ہے جس نے ان کے کلام کو دوآتشہ سے کہیں بڑھ کر چہار آتشہ بنا دیا ہے۔

اوپر درج کچھ عوامل ہیں جن سے اشک گل یعنی حضرت فیاض عادل صاحب حفظہ اللہ کے اندرونی درد نے الفاظ کی شکل اختیار کر لی ہے اور امت مُسلمہ کے اس 'گُل' نے چمن عالم میں دوسرے لاتعداد 'بے حس'، 'بے جان' اور حیوانی سطح پر زندگی گزارتے انسانوں کا جھوٹی آسائشوں کے ساتھ چہروں پر بناوٹی مسکراہٹوں کو سجانے کی روش سے ہٹ کر 400 صفحات کی یہ کتاب اپنے اشکوں سے سجادی ہے۔ یوں ملّتِ اسلامیہ اور سرمایہ پرستی کی ماری ہوئی انسانیت کی دلجوئی کا فرض بھی ادا کیا ہے اور آنسو پونچھنے کی سعی فرمائی ہے۔

صاحب 'اشک گل' کی شخصیّت کا ایک مزید پہلو بھی کم اہم نہیں ہے۔ مسلمانوں کے

نزدیک فرمانِ رسالت مآب ﷺ کی روشنی میں یہ دورقُربِ قیامت کا دور ہے اورظاہراً بھی آپ ﷺ کے وصال کو 1425 سال گذر چکے ہیں حالانکہ آپ ﷺ نے ایک فرمانِ حق ترجمان میں ہاتھ کی انگوٹھے کے ساتھ کی دوانگلیوں کو جوڑ کر فرمایا تھا کہ ان دوانگلیوں کے جڑے ہوئے ہونے کی طرح 'میں'یعنی سیّدالاوّلین والآخرین وخاتم النّبیین حضرت محمد ﷺ اور 'قیامت' جڑے ہوئے ہیں۔

اسی قربِ قیامت کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی کئی نشانیوں میں سے ایک یہ ہوگی کہ سورج 'مغرب' سے طُلوع ہوگا اور سورج مغرب سے طلوع ہونے کی اہل علم اور علمائے اسلام نے ایک سے زیادہ تشریحات فرمائی ہیں جن میں سے ایک تشریح یہ بھی ہے کہ اس دور میں اسلام کے احیاء کا کام اور علم کا سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔ واللہ اعلم۔ اس تشریح کے مطابق بھی اللہ تعالیٰ نے علامہ اقبال، قائداعظم، جوہر برادران، چوہدری رحمت علی اور بے شمار اہل علم پیدا فرمائے جنہوں نے مغربی علوم حاصل کیے مغرب سے استفادہ کیا اور مسلمانوں کی فلاح وبہبود کے کام کیے۔

اسی بات کی وضاحت میں ایک مزید پہلو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بچپن اور 'فرعون' کے واقعات میں جھلکتا نظر آتا ہے۔

فرعون نے تو اپنی حکومت کے فروغ واستحکام کے لئے بنی اسرائیل کے بیٹوں کو ذبح کرنے کا حکم جاری کیا تھا مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا اسی دور میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور 'قتل' کے خوف سے والدہ نے دریا میں ڈال دیا اور یوں حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعونِ وقت کے گھر پہنچ گئے اور شاہی خرچ پر ان کی والدہ کو ملازمت دے کر اس 'بچے' کو لاولد فرعون کے بیٹے کے طور پر پالنے پوسنے کا اہتمام ہوگیا بعد میں اس فرعون کے ہاں بھی بیٹا پیدا ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک عرصے بعد جب اللہ کے حکم سے 'فرعون' کے دربار میں توحید و رسالت کی دعوت لے کر پہنچے تو یہ تخت نشین فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا 'کلاس فیلو' تھا جس کے سامنے حضرت موسیٰ علیہ السلام ذرا نہیں جھجکے اور نہ ڈرے بلکہ واحد کے صیغے میں بلاخوف وہراس بے تکلّف باتیں کی ہیں اور فرعون وقت کو نہ صرف للکارا ہے بلکہ معنوی اور اخلاقی شکست سے دوچار کر کے دکھا دیا۔ یہ خدائی اہتمام اور تدبیر تھی ورنہ محکوم قوم کے افراد مقتدر حاکم کے سامنے اپنا موقف رکھتے ہوئے ڈرتے ہیں۔

یہی مماثلت ہے گزشتہ صدی کی مغربی طاقتوں کے محکوم افراد کا انگلستان آ کر پڑھنا اور وقت گذارنا اور بعدازاں اسی 'فرعون' کو اسی کے لہجے اور محاورے (IDIOM) میں خطاب کر کے اپنی بات منوالینا ـــــ حضرت علامہ اقبال اور حضرت قائداعظم، جوہر برادران وغیرہم اسی طبقہ عالیہ کے افراد تھے۔

اسی طرح کی مشابہت حضرت عادل فاروقی کے جھنگ جیسے بدوی علاقے سے اٹھ کر انگلستان آباد ہونے اور زندگی گزارنے کے بعد 'اشکِ گل' کی صورت میں وقت کے مغربی فرعونوں کو انہیں کی اصطلاحات اور IDIOM میں مسلمانوں اور انسانیت پر ان کے مظالم کی داستان سنانا ہے۔

---

آخر میں راقم حضرت عادل فاروقی کے اعوان و انصار، حلقۂ احباب اور متعلقین کے علاوہ 'اشکِ گل پسند' حضرات کے ایثار و قربانی اور اسلامی جذبے کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جنھوں نے حد درجہ خلوص و اخلاص کے ساتھ 'بے نام' اور گمنام تعاون کر کے جناب عادل فاروقی کی حوصلہ افزائی کی اور ان کے کلام کو سنا، داد دی، محافل کی رونق کر بڑھایا اور وسائل جمع کر کے اعلیٰ معیار پر 'اشکِ گل' کی طباعت و تقسیم کا اہتمام کر دیا۔ جن 'گمنام' اور 'نامور' حضرات نے بھی اس کارِ خیر میں دامے، درمے، سخنے، قلبے و دماغے و وقتے حصہ ڈالا ہے وہ سب قابلِ ستائش ہیں دنیا میں اہلِ علم ان کے احسانوں کے زیرِ بار رہیں گے اور آخرت میں ربّ ذوالجلال ان کو حضرت عادل فاروقی کے ساتھ اجرِ عظیم سے نوازے گا اور ان کی معیّت عطا فرمائے گا۔ (آمین)

اُحِبُّ الصَّالِحِیْنَ وَ لَسْتُ مِنْهُمْ

لَعَلَّ اللّٰهَ یَرْزُقُنِیْ صَلَاحًا

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کاوش ـــــ 'اشکِ گل' کو مسلمانانِ عالم کے دُکھوں کا مداوا بنا دے اور مسلمان اٹھ کر ستانے والے ہاتھوں کو توڑنے والے بن جائیں اور روئے زمین کے ستائے ہوئے انسان بیدار ہو کر موجودہ عالمی سودی نظام کے کارپردازوں اور پرستاروں کو زیرِ زمین پہنچا کر دم لیں۔ تاکہ ایک انسان دوست، علم دوست، ماحول دوست اور خداشناس و موسیٰ و عیسیٰ و محمد علیہم السلام شناس عالمی علمی ماحول میں حقیقی، فلاحی اور عادلانہ ریاست کے قیام کی راہ ہموار ہو سکے۔ وَمَا ذَالِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْز ـــــ

# درسِ قرآن کی تیاری
# کیسے کریں؟

72 صفحات    کارڈ جلد    قیمت 120 روپے

**پروفیسر خلیل الرحمٰن** .................. اس کتابچے میں متوجہ کیا گیا ہے۔ یہ وہی لوازمات ہیں جو حلقہ علماء میں ’تدبر قرآن‘ اور ’حکم بالقرآن‘ (عدالتی فیصلے یا فتویٰ نویسی) کے لیے ناگزیر سمجھے جاتے ہیں۔ مدرّسین قرآن کے علاوہ قرآن مجید کی تعلیم میں مصروف علماء دینی مدارس کے اساتذہ بھی پیغامِ قرآن کے ابلاغ اور شاگردوں کی ذہنی تربیت کے لیے مفید پائیں گے۔

**اویس پاشا قرنی** کتاب کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ اسلافِ اُمت خصوصاً برِاعظم ہند کے علماء وصوفیاء مجددین کا تذکرہ انتہائی عقیدت واحترام سے کیا گیا ہے جو یقیناً ہم پڑھنے والوں کے لئے اسلاف سے مضبوط تعلق کا ذریعہ بنے گا۔ اس کتاب کے مضامین مدرسینِ قرآن کے ذہن کو وسیع کرنے اور قرآن حکیم کے WORLD VIEW سے روشناس کروانے کا ذریعہ ہیں۔ یقیناً آج دین پر گفتگو کرنے والے بعض اوقات دنانت طبع کی وجہ سے اپنے سامع کو دین کی جانب متوجہ نہیں کر پاتے۔ اللہ کرے کہ اس میں ہمارا علاج ہو!

نومبر 2015ء

اِنْ شَآءَ اللّٰہ

ماہنامہ **حکمت بالغہ**

عنقریب ایک خصوصی اشاعت

کا اہتمام کر رہا ہے

جس کا عنوان ہے:

# فکرِ اقبال یا حکمتِ اقبال

ہی کا دوسرا نام

# نظریۂ پاکستان

ہے

اہل علم سے درخواست ہے کہ اس خصوصی اشاعت کے لیے قلمی تعاون فرمائیں۔ نیز موضوع سے متعلق تراشے، حوالہ جات اور مضامین ارسال فرمائیں یا مطلع فرمائیں

(ادارہ)